

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا
 اہلسنت کا طریقہ صدق و حق ہے ہی قوی رہ سکا قائم نہ اس کے آگے زور نادری
 سو گیا سدا غلبان عمر میں منسلک خوب کی نادری خوش قسمتی نے پادری
 الْحَمْدُ لِلَّهِ کہ سارا ۳۶
 الموسوم بہ

مناظرہ نادری سنی و شیعہ

جس میں اُس مشہور مناظرے کی کارروائی درج کی گئی ہے جو نادر شاہ ایرانی
 نے احناف حق کے لئے شیعہ و سنی میں کرایا جس میں شیعوں کو شکست فاش
 ہوئی۔ نادر شاہ نے شیعیت سے توبہ کی۔ اور تمام قلعہ و میں اعلان کر دیا کہ اہلسنت
 و الجماعت حق پر ہیں لہذا انہی کے مذہب کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ تمام شیعہ
 مجتہدین قائل ہو کر سابقہ مذہب سے تائب اور جماعت اہلسنت
 و الجماعت میں منسلک ہو گئے۔
 والحمد لله علی ذالک۔

جسے

دائرۃ الاصلاح لاہور نے بتقریب ۱۲ م وصال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ جمادی الثانی
 ۱۳۷۳ھ میں برائے افادۃ اہلسنت و الجماعت چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔

کرمی پریس لاہور نزد کوٹوالی قیام پانہام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہ زور صداقت تھا جس نے نادر کو شیعہ سے سنی کیا

ہمارے دوست مولوی عبد الرحمن صاحب نے جن کے دل میں صحابہ کرام علیہم السلام کی خاص عقیدت ہے۔ جو اس شہرہ آفاق مناظرے کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا تمام سنانوں کو ممنون احسان ہونا چاہئے ہم نے اس مضمون کو پڑھا ہے اور مزے لے لے کر پڑھا ہے۔ اس مذہب اہلسنت والجماعت کے حق پر ہونے کا ہمیں اور بھی یقین واثق ہو گیا ہے۔ امید ہے جو اہل بصیرت اس کا تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کرینگے وہ بھی پسند نہیں کریں گے کہ ایک شخص کے لئے بھی شیعہ مذہب میں رہیں۔

نادر شاہ کا شیعہ سے سنی ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کوئی شخص کبھی خواب میں بھی دہم نہیں کر سکتا کہ نادر شاہ جیسا جو نادر ترقیہ سے سنی ہو گیا ہو۔ نادر کے حالات کا وقت نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ثابت ہو گا کہ وہ کسی دباؤ یا حرص سے سنی نہیں ہوا۔ بلکہ صداقت نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ ایسے مذہب کو خیر باد کہے جو حق کو چھپانے کی تلقین کرتا ہے اور اسی لئے اس قابل نہیں کہ کوئی شجاع اور غیور انسان اسے ایک ساعت کے لئے بھی قبول کرے۔

نادر ایران میں اس وقت پیدا ہوا تھا جب یہ فاروقی مجاہدوں کی پاک کردہ سرزمین سلاطین صفویہ کی شیعیت نوازی سے قریباً نوے دو سو سال سے رفض و بدعت کا گھر بن چکی تھی۔ وہاں جو لوگ پیدا ہوئے تھے ان کا اس کے کان میں صحابہ کرام علیہم السلام کے حق میں کبھی کلمہ خیر نہیں پڑ سکتا تھا۔ اسی لئے جب نادر جوان ہوا تو اس نے شیعہ دین کی حمایت کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ چنانچہ زور حاصل کر کے جو اس نے پہلا کام کیا وہ سنی افغان بادشاہ اشرف کی حکومت کا ایران سے استیصال تھا۔ اشرف چار سال سے فارس کا بادشاہ تھا۔ چلا آتا تھا۔ چونکہ وہ اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے نادر نے اسے اپنے میں اس کی بادشاہی کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ سب صفوی شیعہ کو بادشاہ بنا دیا۔

اس کے تعصب کا یہیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ وہ اور آگے بڑھا اور غیر شیعہ اقوام کو ایران سے خارج کر کے اس نے قابل وقتہ صہار بھی فتح کر لیا۔ ہمارے شہر لاہور میں بھی آیا۔ اور یغار کرنا ہوا دہلی جا پہنچا جہاں ۱۱ سالہ میں اس نے قتل عام کر لیا اور تیس کروڑ کی مالیت کا مال غنیمت لیکر ایران کو واپس چلا گیا۔

اس وقت سلطنت عثمانیہ دنیا میں بہت بڑی اسلامی سلطنت تھی جس کا مذہب بلفصلہ اہلسنت والجماعت تھا۔ نادر چونکہ شیعہ مذہب کا بڑا حامی تھا۔ اس لئے اس نے اس پر بھی دھاوا بول دیا۔ اس حملہ سے بھی اس کی اصلی عرض شیعہ مذہب کو فروغ دینا اور اس کا کعبہ میں پانچواں محلہ قائم کرنا تھا۔ یہ ہماری رائے ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمام معتبر تاریخیں ہمارے بیان کی تصدیق کرتی ہیں۔ دیکھو تاریخ ملکہ تارخ عثمانی ۱۲۳۹ اور تاریخ خاندان عثمانیہ صفحہ ۹۱ وغیرہ۔ حق کا زور دیکھو صداقت کی طاقت ملاحظہ کرو کہ وہی نادر جو شیعہ مذہب کو کل جہان میں فروغ دینا چاہتا تھا۔ صدق و راستی کے سامنے اس قدر مجبور ہوا کہ صرف خود سنی بن گیا۔ بلکہ اس نے حکم دے دیا کہ شیعہ مذہب میں جو کفریات بھری ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے اور خطیوں میں بڑے زور سے حضرت علیؑ سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے کام کی منادی ہو۔ چنانچہ یہ حکم نادر ہی نافذ ہوتے ہی عمل پذیر ہو گیا۔ اور کوفہ کی جامع مسجد سب سے پہلے ان میارک ناموں سے گونج اٹھی۔ کیا ہے کوئی سوچنے والا! جو سوچے اور سمجھے کہ نادر سے طاقتور انسان کو کس نے مجبور کیا کہ مذہب حق کی تائید کرے۔ صاحبان یہ مذہب اہلسنت والجماعت کی صداقت ہے۔ جس کے سامنے بڑے بڑے گردن کشوں کے سر تسلیم خم ہو جاتے ہیں۔ نادر ایک غیور بہادر تھا۔ اس کے لئے شیعہ رہنا واقعی باعث ننگ و عار تھا۔ وہ شیر تھا اگرچہ بھیڑوں کے گلے میں اس کی نشوونما ہوئی تھی۔ جب اس نے اپنے ہمجنس شیعہوں (ترکوں) کو دیکھا تو وہ حق کا قائل ہو گیا۔ اور اس نے ایسے دین میں رہنا پسند نہ کیا جس کے اظہار میں بقول جعفر صادقؑ "ذلت ہو۔ اور جس کے پیروں نے دنیا میں کبھی کوئی قابل فخر اسلامی کام نہ کیا ہو۔ آپ اس رسالہ کا نام جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہو گئے ہو عرض ہے کہ یہ الحجۃ القطعیۃ لاتفاق فریق الاسلامیہ سے موسوم ہے۔

اور اس کے مصنف علامہ سید عبد اللہ آفندی بن حسین بن مرعی بن ناصر الدین بخاری عباسی ہیں جو سیدی کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور جن کا ذکر اصل کتاب میں بار بار آیا ہے یہ کتاب سنہ ۳۳۱ ہجری میں مطبع موسوم السعادة واقع مصر کی طبع شدہ ہے۔

اعتذار

ہم مترجم رسالہ بذات طالب معافی ہیں کہ انہوں نے اس مجالہ نافعہ کے ترجمہ کرنے میں نہ تکالیف خالصاً وجہ اللہ گوارا فرمائیں اس سے ہم نے براہِ راست اسلام کو اس قدر دیر کے بعد مستفیض کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مولوی صاحب کی یہ تالیف موصول ہوئی ہم نے اسے چند علماء کرام کو دکھایا مضمون بظاہر ایسا دلچسپ کہ سب کو پسند آتا مگر چونکہ ہم فقیر اچھی طرح اطمینان قلب حاصل کر لینے کے کوئی رسالہ نہیں چھاپتے اور تفسیر شعائر مخالفین کی طرح بے تکی نہیں ہاں تھے۔ اس لئے ہم نے مترجم صاحب سے استدعا کی کہ وہ اصل عربی کتاب بھی ارسال فرمائیں تاکہ اس سے مقابلہ کر کے رسالہ شائع کیا جائے۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ وہ کتاب دوسری کتابوں کے ساتھ جملہ ہے۔ جب وہ لاہور آئیں گے ساتھ لیتے آئیں گے۔ اس کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی۔ اور مودہ کاغذ میں ایسا دیا کہ یاد دہی سے اتر گیا۔ حال ہی میں ایک اور مولوی صاحب نے ذکر کیا کہ ہمارے پاس عربی میں ایک صحیح تاریخی مناظرہ کی کتاب ہے۔ جس کا ترجمہ ہم نے شروع کر دیا ہے۔ اسے دائرۃ الاصلاح ضرور شائع کرے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا ترجمہ ہمارے پاس موجود ہے۔ پس ترجمہ کو اصل کے مطابق پا کر ہم نے اپنے فاضل دوست کی محنت کی داد دی اور رسالہ فوراً کتاب کو دے دیا۔ امید ہے مولوی صاحب یہ بیان سن کر اس دہر کو حق بجانب قرار دیں گے کیونکہ

ع

اگر دیر آمد شیعہ آمد شیر

دائرۃ الاصلاح لا ہو

گزارش جس دفتر کے خطبین معادین نے عرصہ سے چندہ ادا نہیں کیا۔ وہ خود ہی سوچ کر حساب جلد بے باقی کریں۔ اور جزا پائیں۔

مقدمہ

اصل رسالے کا ترجمہ کرنے سے پہلے ایک مقدمہ کی تہذیب ضرور معلوم ہوتی ہے جس سے ناظرین کرام اور زیادہ محفوظ ہو گئے۔ اور جس سے اس رسالے کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے اصل حقائق کا انکشاف ہو جائیگا۔ یہ رسالہ جسکی ہم اس وقت ترجمہ کر رہے ہیں۔ اصل میں عربی زبان میں ہے۔ جس کے مصنف حضرت علامہ شفیق عبد اللہ آفندی مالکی ہیں جو عراق عرب کے اکابر علماء اہل سنت والجماعت میں سے تھے۔ علامہ موصوف نادر شاہ کے حکم سے عراق عرب کے سنی اور شیعہ کے مشہور معرکۃ الآراء مناظرے میں دھو نادر شاہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔ اور جس میں علمائے اہل سنت والجماعت کو ایسی فتح نصیب ہوئی جو قیامت تک صفحہ تاریخ پر آفتاب کی طرح روشن رہے گی۔ صحیح مقرر کیے گئے تھے۔ علامہ موصوف نے اس مناظرے کی کیفیت کو خود قلمبند کیا ہے۔ لیکن اس مباحثہ کے حالات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی قدر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے جس سے ناظرین رسالہ بذات کی ضیافت طبع کے لئے چند ایک اور لذیذ روحانی کہانوں کا اضافہ ہو جائے۔

خاندان صفوی کی مسلم کشی

تفصیل اس اجال کی یہ ہے کہ ایران میں جب سلطنت صفویہ کا آغاز ہوا اور شیخ صفی الدین کے پوتے شاہ اسماعیل نے حرم شہنشاہ میں سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا طہماسپ فرمان روا ہوا۔ اور جب یہ بھی چند دن دنیا کی ہوا کھا کر ملک عدم روانہ ہو گیا۔ تو اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس تخت پر بیٹھا۔ شاہ عباس نے تمام ایران کو مسخر کر لیا۔ اور ایک قوم سے خراسان چھین کر عراق عرب اور آرمینیا کو فتح کر لیا۔ اور ترکوں سے برابر کی صلح کی۔ شاہ عباس نے مسلمانہ ہجری میں انتقال کیا۔ یہ خاندان چونکہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے سنی مذہب کو بزدل شمشیر ایران سے معدوم کر دیا یعنی جو لوگ شیعہ مذہب

قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ قتل کر دئے جاتے تھے۔ اور شاہ اسماعیل کے زمانے سے لے کر نادر شاہ کے وقت تک تمام ایرانی قلمرو میں علانیہ منبروں پر چڑھ کر صحابہ کرام کو گالیوں دینا شیعہ مذہب کا ایک رکن قرار پا گیا تھا شیعہ مذہب کے لوگ ہمیشہ سے اسلام کے دشمن چلے آئے ہیں۔ خلافت بغداد کی تباہی کا باعث بھی یہی لوگ تھے۔ اسلامی تاریخ میں یہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ جب کبھی سنی بادشاہوں کا کفار سے مقابلہ ہوا ہے۔ تو شیعہ مذہب کے لوگوں نے ہمیشہ کفار کی مدد کی ہے۔ ایران کے شیعہ فرماؤا بجائے اس کے کہ عیسائی قوم سے لڑتے اٹھ جائیں تو کبھی ترکوں کی عیسائی طاقتوں سے جنگ چھڑ گئی ہے۔ تو ایرانیوں نے بھی موقع پا کر ترکوں پر ہلہ بول دیا ہے۔ لیکن ترکی تلوار کے سامنے ہر بار اُن کو سرنگوں ہونا پڑا ہے۔ اور عثمانی فرماں رواؤں نے بار بار اس امر کی کوشش کی صحابہ کرام کو علانیہ گالیاں دینے کی کفر پر بدعت کو ایران سے بڑے شمشیر مٹا دیں۔ چنانچہ بار بار ایران پر فوج کشی کی گئی۔ لیکن ایرانیوں کے بھائی عیسائی جنگ چھڑ کر سرد راہ ہو جاتے تھے۔ اور ترک مجبوراً اپنی بڑی طاقت کو ادھر پھیر لیتے تھے۔ اہل سنت کی خیر خارا شکاف نے ہمیشہ ناموس اسلام کی حفاظت کی ہے۔ اور قیامت تک یہی لوگ اسلام کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ ایرانی شیعہ اگر احسان فراموش نہ ہوتے۔ تو وہ بھی ایک ایسے شخص کو گالیاں نہ دیتے جس کے جلا اور قہار لشکر کے طفیل ایرانیوں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ اگر فاروقی ٹھوڑے ایران کو پامال نہ کرتے تو انش پرستی کے سواران کے حصے میں اور کیا تھا بہر حال جب صفوی خاندان کی سلطنت کمزور ہو گئی۔ اور ایک طرف سے افغانوں نے شاہ حسین کو سلاطین میں قتل کر کے اس کے پای تخت اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ اور دوسری طرف سے ترکوں نے عراق عرب اور آرمینیا وغیرہ پر تسلط جمالیا تو شاہ حسین کے قتل ہونے کے بعد اس کے بیٹے طہماسپ ثانی نے اپنی حالت کو دوبارہ درست کرنے کی کوشش شروع کی چنانچہ ایران کی بہت سی فوجیں اس نے جمع کیں +

نادر کی ملک گیری

انہی فوجی لوگوں میں سے ایک فادرشاہ بھی تھا جو قوم کا افشاری ترک اور ایک معمولی گھوڑا یا تھا۔ لیکن قضا اور قدر کے مالکوں نے اسے خاص قابلیت عنایت کی تھی۔ طہماسپ چونکہ عیاش اور بے نوش تھا لہذا سلطنت کا انتظام اس سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے نادر نے رفتہ رفتہ اس کی بارگاہ تک سائی حاصل کر کے اعتماد حاصل کر لیا۔ اور ایرانی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی فادر سب سے پہلے اصفہان پر حملہ آور ہوا اور افغانوں کو شکست فاش دیکر اصفہان پر قابض ہو گیا۔ اور اس وقت اس نے اپنا لقب طہماسپ ثانی یعنی طہماسپ کا غلام رکھا۔ اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد نادر شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ عثمانی ترکوں نے جن ایرانی علاقوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ ان سے واپس لے لئے جائیں۔ چنانچہ ایک بہت بڑا بھاری لشکر لے کر اس نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ ان ایام میں بغداد کا ترکی گورنر احمد پاشا تھا۔ اور احمد پاشا کو ترکی حکومت کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ وہ قلعے کے اندر رہ کر مدافعت کرے کیونکہ ترک حسب معمول دوسری طرف مشغول تھے۔ نادر شاہ نے تقریباً آٹھ مہینے تک بغداد کو گھیرے رکھا۔ اور محصور فوج نے اگرچہ راشن کے ختم ہوجانے کی وجہ سے گھوڑے کدھے بلکہ بلیاں اور کتوں تک کھا لیے لیکن ترکی سپاہیوں نے قلعے کو غنیم کے حوالے نہ کیا۔ اور اسی اثنا میں ترکوں کا مشہور جنرل طوبال پاشا عثمان کثیر التعداد ترکی سپاہ کے ساتھ نادر شاہ کی سرکوبی کے لئے آگیا۔ طوبال پاشا عثمان کی فوج سے نادری فوج کی معرکہ رانی شروع ہو گئی اور ایک شدید جنگ کے بعد نادر شاہ کو شکست ہوئی اور وہ بقیہ السیف فوج کو لیکر بھاگ گیا۔ اور کچھ وقفے کے بعد پھر تیاری کر کے بغداد پر حملہ آور ہوا لیکن اس دفعہ بھی کچھ اس نہ چلی۔ پھر ارض روم پر چڑھائی کی لیکن وہاں بھی منہ کی کھائی۔ اور جب آذربائیجان کے علاقے میں واپس آیا تو ایرانی لوگوں نے اس کی سلطنت کو تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کی

اور اس بیعت کی تاریخ فقرہ اخیر فی واقعہ سے نکالی گئی یعنی ۱۱۴۸ھ کے بعد نادر شاہ نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور دہلی میں قتل عام کر کے تخت طاؤس اور ۴۰ سو کروڑ روپیہ لیکر اور محمد شاہ کو باجگذا رہنا کر واپس چلا گیا ہندوستان کے بعد اس نے تمام افغانستان اور ترکستان پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح نادر شاہ اس وقت میں ایران، ہندوستان، ترکستان اور افغانستان کا مالک تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو شہنشاہ کسلا تھا۔ پھر افغانستان پر چڑھائی کی اور چار سال تک اس میں مصروف رہا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس تمام میں نادر شاہ کی خط و کتابت دولت عثمانیہ کے ساتھ جاری رہی۔

نادر مذہب شیعہ کی حمایت میں

نادر شاہ ترکوں سے کبھی تو یہ مطالبہ کرتا تھا کہ میں تیمور کا وارث ہوں علاقہ رہا سے لے کر خبا دان کے ورے تک میرے حواسے کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ علاقہ تیموری تسلط میں تھا۔ اور کبھی دولت علیہ عثمانیہ سے یہ مطالبہ کرتا تھا کہ وہ اس کے شیعہ مذہب کی تصدیق کرے۔ اور اس امر کا اقرار کرے کہ اسلامی مذہب بجائے چار کے پانچ ہیں۔ اور پانچوں مذہب ہمارا ہے۔ جو دراصل امام جعفر صادق کا مذہب ہے اور ہم نے انہی سے لیا ہے۔ چونکہ یہ ایک برحق مذہب ہے۔ لہذا حرمین الشریفین میں ہمیں بھی پانچویں مصلیٰ کی اجازت دی جائے اور کعبہ مکرمہ میں پانچواں مصلیٰ شیعوں کا ہو۔ اور اس کے علاوہ حج کے راستے کی حفاظت اور حاجیوں کا انتظام بھی ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ چونکہ دولت علیہ عثمانیہ کے تمام سلاطین اور ارباب دولت اور علماء اہل سنت حنفی مذہب چلے آتے تھے۔ وہ اس بدعتی کے مطالبات کو کلب پورا کر سکتے تھے۔ لہذا نادر شاہ نے پھر ۱۱۵۲ھ میں دہرنے سے چار برس پہلے عراق عرب پر ایک باری جہاز لشکر کے حملہ کیا۔ اور اس دفعہ اس نے ستر ہزار فوج صرف بغداد کے محاصرے لئے رکھی۔ اور نوے ہزار فوج بصرہ کے محاصرے کے لئے بھیجی۔ اور چھ ماہ تک بصرہ کا محاصرہ جاری رہا۔ اور قلعوں پر گولہ باری ہوتی رہی لیکن نادر فوج بغداد

کے نزدیک نہ آسکی۔ کیونکہ گورنر احمد پاشا نے پہلے ہی سے اس کو دُور رکھنے کے لئے انتظام کر لیا تھا۔ اور قلعوں کے برجوں پر دور کی مار کی توپیں نصب کر دی تھیں۔ جن کی وجہ سے نادر فوج نزدیک نہیں آسکتی تھی۔ نادر شاہ اپنی فوج کے اس حصے کو بصرہ اور بغداد کی تسخیر کے لئے مصروف کر کے خود باقی دو لاکھ فوج کے ساتھ دیر الزور اور گردستان پر حملہ آور ہوا۔ اور ان علاقوں کو فتح کر کے قلعہ فرقوق پر چڑھ آیا۔ اور آٹھ دن تک اس کا محاصرہ کر دیکر بعد جس میں اس نے پچیس ہزار توپ کے فیر اس پر کئے مسخر کر لیا۔ اور پھر اربل کو فتح کر کے موصل پر آیا موصل کے قلعوں پر توپ کے چالیس ہزار فیر کئے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ بچا پھر ایک سرتنگ لگا کر بارود سے بھر کر اسے آگ لگائی۔ لیکن اس سے بھی اٹھی اس کی اپنی ہی فوج تباہ ہوئی۔ جب موصل کو مسخر نہ کر سکا۔ تو وہاں سے مایوس ہو کر باقی فوج کو لے کر بغداد کی طرف آیا۔ اور حضرت موسیٰ بن جعفر کے گاؤں میں ان کے ان کی قبر کی زیارت کی اور پھر محمد بن ہادی کی زیارت کر کے دریائے دجلہ کو ایک کشتی کے ذریعے عبور کیا حضرت امام ابو حنیفہ امام الہمام کی قبر مبارک پر پہنچ کر ترک حاصل کیا۔ اور اس کے بعد نجف اشرف میں اگر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی زیارت کی اور اس گنبد کا بھی ملاحظہ کیا جس کی بابت اس نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ سونے کا بنایا جائے۔

نادر کا مطالبہ اور احمد شاہ کی معقول تجویز

اس تمام مذکورہ بالا عرصہ میں اس کی خط و کتابت بغداد کے ترکی گورنر احمد پاشا کے ساتھ جاری تھی جس میں وہ بار بار یہی مطالبہ کرتا تھا کہ دولت عثمانیہ اس امر کی تصدیق کرے کہ شیعہ مذہب ایک صحیح مذہب ہے اور اس امر کو بھی مان لے کہ شیعہ مذہب دراصل امام جعفر صادق کا مذہب ہے۔

لیکن علماء اہل سنت والجماعت یہی کہتے تھے کہ شیعہ مذہب جو کفریات سے لبریز ہے۔ اہل بیت نبوی کا مذہب ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ خود شیعوں کا خود ساختہ مذہب ہے۔ جسے مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن آخر کار نادر شاہ نے اپنے اس مطالبہ کو واپس لے لیا۔ اور اس واپسی کی وجہ یہ تھی کہ احمد پاشا کی تدبیر نے نادر شاہ کو اس امر کی ترغیب دلائی کہ مذہب دراصل کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔

جس کا اعتقاد زبردستی کسی کے دل میں رکھا جاسکے۔ بلکہ صحیح مذہب دراصل وہی ہوتا ہے۔ جس کو طبعاً صحیح اور فطرت سلیمہ طوراً قبول کرنے نہ کہ کرکے۔ کیونکہ دل میں ہمیشہ کے لئے وہی عقیدہ جاگزیں ہو سکتا ہے۔ جسے دل طبعاً قبول کرے۔ لہذا اگر آپ کا مذہب سچا ہے۔ تو اس بے بہا گوہر کو اس طرح چھپانے کی کیا ضرورت ہے جس طرح کہ عورت اپنے حیض کو چھپاتی ہے۔ بلکہ اسے علیحدہ لاشعاعوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ مذاہب کے صراف اسے کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں۔ کہ یہ گوہر کس قدر حقیقت گوہری سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ آپ خود اپنے اہتمام میں ایک مجلس مناظرہ کے انعقاد کا انتظام کریں۔ اور اس کی تمام کاروائی خود اپنے ہی زیر اہتمام رکھیں شیعہ علماء کو آپ خود بلا لیں اور سنی علماء اگر آپ چاہیں۔ تو میں بھیج سکتا ہوں۔ ورنہ ان کو بھی آپ خود ہی بلا لیں۔ اور پھر آپ کے نزدیک جو فرقہ دلائل اور براہین کی رو سے غلبہ حاصل کرے اس کے مذہب کی تصدیق ہم کرنے کے لئے تیار ہو گئے احمد پاشا کی یہ تدبیر نہایت قابل تعریف تھی جس سے سنی مذہب کو ایک ایسی فتح نصیب ہوئی جو قیامت تک مشہور رہے گی۔ احمد پاشا کو دراصل اس کے جاسوسوں نے یہ بات ذہن نشین کرادی تھی کہ نادر شاہ ایک غیر متعصب آدمی ہے۔ اور اس کو سنی مذہب سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ لیکن آخر کار ایرانی النسل ہے۔ اور شیعہ ملاؤں نے جو ہر وقت اس کے گرد پیش رہتے ہیں۔ اسے ایسا بنا دیا ہے چونکہ خود عالم نہیں ہے اس لئے مذہبی فتوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کے علاوہ ترکستان اور افغانستان کی تسخیر کے دوران میں سنی علماء سے بھی اس کی صحبت رہی ہے جن کی جادو بیانی سے وہ متاثر ضرور ہے۔ لہذا اسے احقاق حق کے لئے خود اپنے ہی اہتمام میں ایک مجلس مناظرہ منعقد کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ احمد پاشا کو یہ بھی یقین تھا۔ کہ اہل سنت والجماعت جیسا کہ تلوار کے مقابلہ میں کبھی کفر اور بدعت سے مغلوب نہیں ہوئے اسی طرح براہین اور دلائل کے مقابلہ میں بھی ہر ایک موقع پر فتح نے انہی کی قدم بوسی کی ہے۔ لہذا منظر کی صورت میں حق کا ہی بول بالا ہے گا۔ اور اس مناظرے کا اگر کچھ نتیجہ نکلے۔ تب بھی اس کا انٹیمزور ہو گا کہ شیعہ ملاؤں کی وہ قدر و منزلت نادر شاہ کی نظر میں نہ رہے گی۔ جو اس سے پہلے ہے۔ اور اس طرح وہ پھر کبھی ایسے بے جا مطالبات نہیں کرے گا۔

مناظرہ کی تجویز منظور ہو گئی

نادر شاہ بہادر ہونے کے علاوہ عقلمند اور مدبر بھی تھا اسے معلوم تھا کہ سنی ایران کے باقی تمام ممالک جو اس کے زیر تصرف ہیں۔ ان کی رعایا سنی ہے۔ اور اس کا یہ مذہبی تعصب جو شیعہ ملاؤں کا ایجاد کردہ ہے۔ دراصل حکمرانی اور جہان بانی کے اصول کے برخلاف ہے۔ یاد شاہ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ مذہبی تعصب الگ رہے نادر شاہ کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ دولت علیہ عثمانیہ اگرچہ اس کی دن کار دایوں سے اس وقت بعض مجبور یوں کی وجہ سے اغماض کئے ہوئے ہے۔ لیکن جب اس کو فرصت ملے گی۔ تو وہ اس کا انتقام لے گی۔ یہی حالات تھے۔ جن کی وجہ سے نادر شاہ نے احمد پاشا کی تجویز کو قبول کر لیا۔ احمد پاشا کا یہ ایک نہایت دانشمندانہ فعل تھا۔ کہ اس نے اس مجلس کے انعقاد کا بافی میانی خود نادر شاہ کو ہی کھڑا کیا۔ کیونکہ اس کا اثر بہت زیادہ بڑھا بہ نسبت اس کے کہ احمد پاشا اس کے انتظام کو خود اپنے ہاتھ میں لیتا۔ بھر حال نادر شاہ نے احمد پاشا کو لکھا کہ مجلس مناظرہ کا انعقاد ہونے والا ہے اور اپنی طرف سے کسی ایسے عالم کو بھیجیں جو اس مجلس کا صدر بننے کے قابل ہو۔ اور فن مناظرہ میں یکتا اور زبردست عالم ہو۔ نادر شاہ نے اس مناظرے کے لئے ایران کے بڑے بڑے جلیل القدر شیعہ آقاؤں اور مجتہدوں کو مدعو کیا۔ اور کر بلا اور جغت اور حرک اور جوآر کے شیعہ علماء بھی بلائے گئے۔ اور اس کے علاوہ بخارا اور افغانستان کے اکابر علماء اہل سنت والجماعت کو بھی نادر شاہ کی طرف سے اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اور اس رسالے میں بڑے بڑے نامی شیعہ علماء کی تعداد ستر تک بیان کی گئی ہے اور صاحب رسالہ نے ہر ایک فریق کے صرف مشہور علماء کے نام قلمبند کئے ہیں۔ اور احمد پاشا نے ایک مشہور مالکی المذہب زبردست عالم کو جن کا نام نامی سید عبداللہ آفندی ہے۔ اور اس مجلس کے ہمیر دہتے صدر بنا کر بھیجا اور نادر شاہ نے ان کو اس مباحثے کے تمام اختیارات دے دیئے تھے جس کی کیفیت خود مناظرے کے ترجمے سے معلوم ہو جائے گی۔ افسوس ہے کہ جس قدر علماء موصوف یا دیگر علماء اہل سنت تیار کر کے گئے تھے۔ اس قدر شیعہ علماء مدعوب اور بزدل ہو گئے۔ حال آنکہ نادر کی فوج

اور نادری قوت ان کی پوری مددگار تھی اور علامہ سید عبداللہ آفندی نے شروع میں ہی کچھ ایسا عرب بٹھایا کہ تمام شیعہ علماء پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور وہ بچائے اس کے کہ تمام متنازع فیہ مسائل کا تذکرہ چھپ کر مباحثہ کو بڑھا دیتے ان کے صدر نے صرف خلافت علی کے مسئلے کو چھپ کر اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ اور ایسے مرعوب ہو گئے کہ کچھ کچھ بحال علم کتنا جاتا تھا۔ اسے تسلیم کرتے جاتے تھے ۛ

فتح حق ہی کی ہو ا کرتی ہے

میں یہاں اس امر کا بیان کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ نادر شاہ جو اس وقت ہندوستان، ترکستان، افغانستان اور ایران کا مالک تھا۔ کس طرح آخر کار بادیو شدید انتہا پر شیعہ ہونے کے سنی ہو گیا۔ اور اس نے کس طرح خلیفہ اہل سنت والجماعت سلطان محمود خان عثمانی مرحوم کے نام کا کوفہ میں خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اپنے آپ کو اس نے خلیفۃ المسلمین کا نائب اور چھوٹا بھائی قرار دیا۔ میں جب تاریخ اگس باب پر پہنچتا ہوں تو مجھ پر خلافت عظمیٰ اسلامیہ کی جس کی آج کل بحث چھڑی ہوئی ہے اور جسے بعض لوگ صرف علمائے خود ساختہ بات قرار دے رہے ہیں ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ کہ نادر شاہ جیسا شہنشاہ آخر کار عرش خلافت کے سامنے کس طرح سرنگوں ہوا۔ نادر شاہ نے حقیقت نفس الامریہ کا اعتراف کرتے ہوئے مصلحت فطول میں علامہ سید عبداللہ آفندی سے کہہ دیا کہ میں جب دنیا میں آیا تھا۔ تو میرے باپ دادا میں سے کوئی بھی پادشاہ نہیں تھا۔ لیکن خلیفۃ المسلمین سلطان ابن السلطان ہیں۔ اور میں حکم دیتا ہوں کہ آج جامع کوفہ میں حب معمول اہل سنت جمعہ پڑھایا جائے۔ اور خطبہ میں خلفائے الربیعہ کا نام حسب ترتیب اہل سنت لیا جائے اور اس کے بعد خلیفۃ المسلمین سلطان محمود خان خادم الحرمین الشریفین کا اور اس کے بعد میرا نام بحیثیت ان کے چھوٹا بھائی ہونے کے لیا جائے۔ ناظرین کرام اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شاہان اسلام عرش خلافت کی کیسی عزت کرتے تھے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل کی اگر کسی کو ضرورت ہو۔ تو دوسرے مٹامس کی اس تاریخ شاہان اسلام کو دیکھے جس میں اس نے لکھا کہ میں اسلامی پادشاہ ہوں

کی تاریخ ان کے رائج الوقت سکون کے کتبوں سے مرتب کی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اسلام اپنے آپ کو خلیفہ وقت کا نائب سمجھتے تھے کیونکہ تقریباً ہر ایک پادشاہ کے سکے پر ایک طرف پادشاہ اور دوسری طرف خلیفہ وقت کا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت اسلامیہ قرآن مجید کے رو سے اسلام کا ایک جزو لا ینفک ہے اگر ضرورت پڑی تو ہم اس موضوع پر پھر بھی قلم اٹھائیں گے۔ واللہ الہادی الموفق للصواب وهو حسی ونعم الوکیل ۛ

الواقہر احقر العباد محمد عبدالرحمن مولوی فاضل ونشی فاضل
شعبہ ۳

مباحثہ

سفینوں کی طرف سے مناظر کا تقرر

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ سیدنا محمدی خاتم النبیین والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین۔ ائمہ اربعہ علامہ شیخ عبداللہ آفندی فرماتے ہیں کہ جب نادر شاہ نجف اشرف میں پہنچا۔ تو بتاریخ ۱۱ شوال ۱۱۵۱ھ شام کے وقت سے کچھ پہلے میرے پاس احمد شاہ گورنر بغداد کا ایک خاص آدمی آیا۔ اور کہا کہ آپ کو احمد شاہ بلا تے ہیں۔ میں مغرب کی نماز کے بعد احمد شاہ کے ایوان میں داخل ہوا۔ اگلے سے احمد آغا میرے استقبال کے لئے آئے۔ احمد آغا گورنر مذکور کے خاص ہنشین تھے۔ انہوں نے مجھے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ احمد شاہ نے آپ کو کیوں بلا یا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا پاشا نے موصوف یہ چاہتے ہیں کہ آپ نادر شاہ کے پاس جائیں۔ کیونکہ نادر شاہ نے ہم سے ایک ایسا سنی عالم طلب کیا ہے جو ایرانی شیعہ علماء کے ساتھ شیعہ مذہب کے متعلق مباحثہ کر سکے۔ اور وہ اس قابل ہو کہ مذہب اہل سنت والجماعت پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ پیش کرے جیسا کہ علمائے ایران اپنے مذہب کی حقانیت پر دلائل قائم کر چکے۔ اب اگر خدا نخواستہ

آپ مغلوب ہو گئے۔ تو آپ کو بجائے چار مذاہب اسلامیہ کے پانچ میں مذہب کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی۔ اس لئے آپ اس کے متعلق اچھی طرح غور کر لیں۔ میں احمد آغا کے اس کلام سے سخت گھبرایا۔ اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ رافضی لوگ اہل مکابرہ اور اہل عناد ہوتے ہیں۔ اور وہ میری باتوں کو اگرچہ وہ حق ہوں کیسے تسلیم کریں گے خصوصاً اس حالت میں جب کہ ان کے پاس اس وقت فوجی قوت بھی ہے۔ اور اس مذہب کا حامی نادر شاہ جیسا آدمی ہے جس کا ظلم اور جبر مشہور ہے۔ تو ایسی صورت میں یہ امید کیسے ہو سکتی ہے کہ میں ان پر حجت قائم کر سکوں گا۔ میرے خیال میں ان کے ساتھ بحث کرنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوگا کیونکہ اول تو رافضیوں کے ساتھ مناظرہ کرنا ہی مشکل ہے۔ جب کہ وہ تمام ان کتب احادیث کو جن پر ہمارے دلائل کا مدار ہے تسلیم نہیں کرتے۔ اور اگر اثبات مدعی کے لئے میں کوئی قرآنی آیت پیش کر دوں گا۔ تو وہ اس کے اٹلے پلٹے معنی کر کے کہیں گے کہ یہ آیت محتمل المعانی ہے لہذا جواز الاحتمال بطل الاستدلال یعنی یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ دلیل مثبت المدعی میں اگر کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو۔ تو ایسی دلیل استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔ اور اس کے علاوہ وہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ دلیل ایسی ہونی چاہیے جس پر دونوں فریق متفق ہو سکیں۔ پھر اجتہادی امور سے قیصر ظن ہی ثابت ہوتا ہے۔ اب فرض کیجئے موزوں پر مسح کرنے کا جواز جو صرف احادیث سے ثابت ہے۔ میں ان کے سامنے کیسے ثابت کر دوں گا۔ کیونکہ اگر میں ایسے نہ کہوں کہ حدیث مسح علی الخفین کو تقریباً ستر صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں سے حضرت علی بھی ہیں۔ تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس مسح کے عدم جواز پر ایک سو صحابی کی روایت کردہ حدیث موجود ہے جن میں سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بھی ہیں۔ پھر اگر میں اس کے جواب میں یہ کہوں کہ تمہاری تمام حدیث جعلی اور موضوع ہیں۔ تو وہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے احادیث بھی جعلی اور موضوع ہیں۔ پس ایسی صورت ان کو کس طرح الزام دیا جاسکتا ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ بجائے میرے کسی اور حنفی یا شافعی مفتی کو بھیج دیں۔ جو اس کام کے لئے موزوں ہو۔ آغا احمدؒ نے کہا احمد پاشا نے صرف آپ کو ہی منتخب کیا ہے۔ اس لئے آپ کو ہی جانا پڑے گا۔ اور حکم ماننے کے بغیر اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ پھر اسی صبح کو پاشا نے موصوف سے بھی میری ملاقات ہو گئی۔ اور اس

مناظرے کے متعلق خاص خاص امور معرض بیان میں آئے۔ اور اس کے بعد احمد پاشا نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس بارے میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کے دلائل اور براہین کو مضبوط کرے۔ اور آپ کو جانا تو ضرور پڑیگا۔ لیکن آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان سے مباحثہ کریں یا نہ کریں۔ میری رائے میں آپ اگر ایسا کریں تو اچھا ہوگا کہ شروع میں ہی آپ جب ان سے ملیں۔ تو کوئی علمی بحث اس مناظرے کے غیر متعلق چھیڑ کر اپنی قابلیت کا لواٹان سے منوالیں اور جب اس طرح آپ کا رعب قائم ہو جائے گا۔ تو پھر دیکھ لینا کہ آیا وہ بطور انصاف اظہار قوا ب طالب ہیں یا نہیں۔ اگر یہ امید ہوئی کہ وہ انصاف سے علیحدہ نہیں ہونگے۔ تو پھر مباحثہ شروع کر دینا۔ لیکن استقلال کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور کسی امر میں بھی ان کے سامنے سرنگوں نہیں ہونا ہوگا۔ دسہ باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم۔ سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا نادر شاہ اس وقت خجف میں ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بدھ کی صبح کو اس کے پاس پہنچ جائیں۔ پھر میرے لئے ایک خلعت فاخرہ اور سواری اور نوکر لائے گئے اور پاشا نے موصوف نے خاص اپنی اردل کے بعض سواری بھی میرے ساتھ کر دیئے۔

علامہ شیخ عبداللہ آفندی کا تفکر

اور ہم سب ان ایرانیوں کے ساتھ جو ہمارے لینے کے لئے آئے تھے دوشنبے کے دن عصر سے پہلے بتاریخ ۲۲ شوال بغداد سے خجف کی طرف روانہ ہوئے۔ میں راستہ میں طرفین کے دلائل سوچ رہا تھا۔ اور ہر ایک دلیل پر جو اعتراض کرنا ممکن ہو سکتا تھا اس کا جواب بھی تیار کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ایک سو سے زیادہ دلائل تیار کر لئے۔ اور ہر ایک دلیل پر اعتراض اور اس کا جواب بھی سوچ لیا۔ اور اس طرح گویا کئی سو دلائل ذہن میں جمع ہو گئے۔ راستہ میں مجھے بول الہم کی بیماری بھی لاحق ہو گئی۔ جب ہم رئیس بن مزید کے گاؤں میں پہنچے۔ جو اس وقت نادر شاہ کے قبضے میں تھا۔ تو وہاں اہل سنت والجماعت کے بعض آدمی مجھے ملے جنہوں نے بتایا کہ نادر شاہ نے اس مباحثے کے لئے جو مشہور مفتی بھی اس کو اپنے علاقے میں مل سکتا تھا۔ بلا لیا

ہے جن کی تعداد اب سنہ مفتوں تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ سب کے سب رافضی
میں جب میں نے یہ سنا تو لاجلہ لا قرة الا باللہ علی اعظم اور انا اللہ وانا الیہ راجعون۔
پڑھا۔ اور اس وقت میری طبیعت عجیب کش کش میں پڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ میں یہ
خیال کرتا تھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بخت کرنے کے لئے نہیں آیا۔ تو یہ بھی کمزوری کی دلیل
ہے۔ جس سے اہل سنت کی کمزوری ثابت ہوگی۔ اور بنا بنا یا کام بگڑ جائیگا۔ اور اگر
مباحثے میں شریک ہو جاؤں تو پھر یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ رافضی لوگ نادر شاہ کے
سامنے مباحثے کے اصلی حالات کو دوسری شکل میں ظاہر کریں۔ اور انصاف کا خون
ہو جائے۔ لیکن بہت کچھ غور کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نادر شاہ کے رد و رد مباحثہ
کرنے پر زور دیا جائے۔ اور میں نادر شاہ سے یہی کہوں گا کہ آپ اپنے سامنے مناظرہ
کرائیں۔ اور اس کے علاوہ ایک ایسا منصف بھی مقرر کر دیں جو نہ سنی ہو اور نہ شیعہ
بلکہ یہودی یا عیسائی ہو۔ تاکہ کسی کی طرفداری کا احتمال نہ رہے۔ اور میں نے یہ بھی سوچ لیا
تھا کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی منصف مقرر کیا گیا۔ تو میں اس سے یہ کہوں گا کہ
دیکھ ہم دونوں فریق نے تجھے حاکم بنایا ہے۔ اور یہ یاد رکھ کہ خدا تعالیٰ کے رد و رد
تجھ کو جواب دینا ہے۔ اس لئے ہماری باتوں کو اچھی طرح سمجھ کر تو نے فیصلہ کرنا
ہوگا۔ میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر وہ یہودی یا عیسائی شیعوں کی طرفداری
کے گا۔ تو میں آخری دم تک لڑوں گا۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ ضائع ہو
ہو جائے۔ اس کے بعد مذکورہ بالا گاؤں سے ہم چہار شنبہ کی رات کے وقت
میں نکلے اور رات میں خفیف سی بارش بھی ہو رہی تھی۔ اور سخت سردی کے علاوہ
اس قدر تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ انسان اپنے ماتھے کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور یہ
رات وہی تھی جس کی بابت ایک حماسی شاعر کہتا ہے۔

فی لیلۃ من جمادی ذات اندیۃ لا یبصر الکلب فی ارجاھا الطنبا
بہر حال رات بھر چلنے کے بعد صبح کے قریب ہم ذوالکفل نبی کے مشہد تک پہنچے اور
کچھ تھوڑی دیر مشہد کے مکان کے باہر ہم نے آرام کیا۔ اور فجر کی نماز ہم نے دندان
نامی کنوئیں پر پڑھی۔ یہ مقام حلد اور خجف کے درمیان نصف پر واقع ہے +

شیخ آفندی کی قوت ایمانی

اس اثنا میں نادر شاہ کا ایک قاصد دوڑتا ہوا آ پہنچا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ جلدی
کریں کیونکہ بادشاہ آپ کو بلاتا ہے۔ میرے اور نادر شاہ کے خیمے کے درمیان چھ میل کا
فاصلہ تھا۔ اور میں نے قاصد سے پوچھا کہ نادر شاہ کی کیا عادت ہے کہ جب کسی بادشاہ
کا اہلچی اس کے پاس آتا ہے۔ وہ اسی طرح راستے میں سے ہی اس کو بلالیتا ہے۔ یا کچھ
دیر ٹھہرانے کے بعد اسے باریابی کا موقع دیتا ہے۔ اس نے کہا صرف آپ کے ساتھ ہی آیا
کیا گیا ہے کہ آپ کو راستے سے ہی بلالیا ہے۔ ورنہ اور کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا کہ اس
کو ٹھہرانے کے بغیر ہی بلالیا ہو۔ میں اس سے گھرا یا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جلدی
بلانے کی غرض شاید یہی ہو کہ وہ مجھے مجبور کرے گا کہ تم امامیہ مذہب کی تصدیق کرو۔ ممکن
ہے کہ جبر کرنے سے پہلے وہ مجھے دنیاوی لالچ میں پھنسانے اور اگر میں دنیاوی لالچ میں
نہ آیا۔ تو پھر مجھ پر دہ جبر کرے گا۔ لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ کلمہ حق
کے کہنے سے باز رہوں گا۔ اگر جان بھی چلی جائے تو پرواہ نہیں لیکن راستی کو دھچھو روں گا
اور کوئی دنیاوی طاقت مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکیگی۔ میرے دل میں اس وقت
یہ خیال تھا کہ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے چلتے چلتے رک گیا
تھا۔ اور پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے چلنے لگا۔ اور پھر مسئلہ خلق القرآن کے وقت اس کی رفتار
رک گئی۔ لیکن امام احمد بن حنبل کی وجہ سے پھر چلنے لگا۔ اور اب پھر رک گیا ہے۔ لہذا
اگر میں ثابت قدم رہا تو یہ چلنا رہے گا۔ اور اگر میں پھیر گیا تو یہ بھی ہمیشہ کے لئے پھیر جائیگا۔
اور اس کی ترقی رک جائے گی کیونکہ اسلام کا پھیرنا یا چلنا علمائے کاملین کے ثبات
قدم پر موقوف ہے۔ اور چونکہ اس علاقہ کے لوگ میری نسبت حسن ظن رکھتے ہیں۔ لہذا
اگر میں اس امتحان میں ناکار ہا تو عام اہل سنت شیعہ ہو جائیگے۔ اور اگر کامیاب ہو گیا
تو اس کا اثر بھی بہت ہوگا۔ بہر حال میں نے اپنے آپ کو موت کے لئے ہیار کر دیا تھا اور کلمہ
شہادت پڑھتا ہوا اس مقام تک پہنچا جہاں سے دو بڑے بڑے بلند جھنڈے نظر
آتے تھے۔ میں نے ان کی بابت پوچھا تو کہا گیا کہ یہ جھنڈے شاہی خیمہ کے گرد لگا کر نصب
کئے جاتے ہیں۔ تاکہ فوجی افسروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ پادشاہ اس خیمے کے اندر رہتے

اور وہ اپنے اپنے مناصب اور مراتب کے مطابق ان جھنڈوں کے بیس اور یار میں
جب قوانین مقررہ اثر پڑیں +

شیخ علیہ الرحمۃ نادری برابر میں

اس کے بعد ہم شاہی خیمہ تک پہنچے جو بڑے بڑے سات ستونوں پر نصب کیا
گیا تھا۔ اور پھر اس محل تک آئے جس کو کشک خاد کہتے ہیں۔ یہ کشک خاد تقریباً پندرہ
خیمول پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے بالقابل نصب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جو
ایوان دار قبہ نما شکل کی طرح ہوتے ہیں۔ ان خیموں کی وہ جانب شاہی خیمے کے متصل
تھی اس کے درمیان ایک تیسرا پردہ تھا جس کے دروازے پر دے معلق تھے۔ اور
شاہی خیمے کے دہنے جانب جو خیمے تھے۔ ان پر تقریباً چار ہزار الفل بردار سپاہی دن
رات چہرہ دیتے تھے۔ اور بائیں جانب کے خیمے خالی تھے جس میں صرف کرسیاں بچھائی
ہوئی تھیں جب میں کشک خاد کے قریب پہنچا۔ تو گھوڑے سے اتر پڑا اور میرے
استقبال کے لئے ایک شخص نکلا جس کے میری بڑی تعظیم کی اور احمد پاشا اور اس
کے خاص خاص آدمیوں کی بابت مجھے پوچھتا رہا۔ مجھے تعجب آتا تھا کہ یہ شخص احمد پاشا
اور اس کے خاص آدمیوں کا اس قدر کس طرح واقف ہوگا۔ لیکن اس نے خود ہی
میرے اس تعجب کو دور کرتے ہوئے کہا۔ کہ میرا نام عبدالکریم بیگ ہے۔ اور میں
احمد پاشاہ کے پاس مدت تک ملازم رہا ہوں۔ اور ان ایام میں ایرانی سلطنت کی
طرف سے ایلمی بن کر سلطنت عثمانیہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اسی اثنا میں نوآدنی اور
آگئے اور عبدالکریم بیگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ لیکن میں بیٹھا رہا۔ انہوں
نے مجھے السلام علیکم کہا جس کا میں نے جواب دیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ کون
ہیں۔ لیکن عبدالکریم بیگ نے میرا ان سے تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ معیار الممالک
حسن حال اور یہ مصطفیٰ خاں ہے۔ اور یہ نظر علی خاں ہے۔ اور یہ مرزا ذکی ہے۔ اور
یہ مرزا کافی ہے۔ جب میں نے معیار الممالک کا نام سنا تو میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس پر
ان سب سے مصافحہ کیا۔ اور مرعبا کہا۔ یہ معیار الممالک نادر شاہ کا وزیر اعظم گرجی
النشلی اور شاہ حسین مقتول کا چچا زادہ بھائی تھا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ مہربانی کیجئے

اور نادر شاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے چلے۔ میں چل پڑا اور انہوں نے اس پر
کو جو سراپردہ کے درمیان میں کھڑا اٹھایا۔ جس کے بعد ایک دوسرا پردہ نظر آیا۔ اور ان
دونوں سراپردوں کے درمیان تقریباً تین گز کا فاصلہ تھا انہوں نے مجھے وہاں بٹھرا
کر کہا۔ کہ جہاں کہیں ہم بیٹھ جائیگے۔ وہاں آپ بھی بیٹھ جائیں۔ اور جب ہم چلے گئیں۔ تو
آپ بھی چلیں۔ یہاں سے ہم کسی قدر بائیں جانب کو چلے جہاں سراپردہ ختم ہو گیا تھا
اور یہاں دفعۃً میری نظر ایک بہت بڑے برقعے پر پڑی جو سراپردوں سے گھرا ہوا
تھا۔ اور دور سے دکھائی دیتا تھا۔ اور جس کے اندر بہت سے خیمے تھے جس میں اس کی
عورتیں اور تمام حرم رہنا تھا۔ اتنے میں میری نظر شاہی خیمے پر جا پڑی۔ اور میں نے دیکھا
کہ نادر شاہ ایک بہت بلند کرسی پر جلو افروز ہے۔ یہ خیمہ مجھ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر
تھا۔ جب نادر شاہ نے مجھے دیکھا تو میرا نام لے کر بلند آواز سے مرعبا کہتے ہوئے کہا۔ کہ
احمد شاہ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میں نے عبداللہ آفندی کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ پھر
نادر نے مجھے کہا کہ آگے آئیے۔ میں تقریباً دس قدم آگے بڑھا اور بیٹھ گیا۔ اور میرے
دہنے جانب تمام خوانین تھے۔ اور بائیں جانب عبدالکریم بیگ تھا۔ نادر شاہ نے پھر
کہا آگے آئیے۔ پھر دس قدم آگے بڑھا اور اسی طرح کرتے ہوئے میں تقریباً پانچ
گز کے فاصلے پر پہنچ گیا +

نادر کا حلیہ

نادر شاہ کی نشست سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک طویل القامت آدمی ہے
اس کے سر پر مربع شکل کا ایک عجیب کلاہ تھا۔ جس پر لٹھی بڑی باندھی ہوئی تھی۔ اور اس
پر یا قوت حوتی ہیرے۔ غرض ہر ایک قسم کے نفیس جواہر لگے ہوئے تھے۔ نادر شاہ کی
گردن میں بھی موتیوں اور جواہر کے مار تھے۔ اور بازوؤں پر بھی کپڑے کے ٹکڑے پر نفیس
جواہرات لگا کر کے کپڑے کو بازوؤں کے ساتھ سیانچا تھا۔ چہرے سے عمر رسیدہ معلوم
ہوتا تھا۔ اگلے دانت گر گئے تھے اور تقریباً انٹالی سال کی عمر کا معلوم ہوتا تھا۔ ڈاڑھی
اگرچہ دس سے سیارہ کی ہوئی تھی لیکن خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ اور کافی شکل کے
کشادہ اور بہت خوبصورت تھے۔ آنکھوں میں کسی قدر زردی تھی۔ لیکن خوبصورتی

سے خالی نہ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ ایک خوبصورت انسان تھا۔ اور جب میں نے اسے دیکھ لیا تو اس کی ہیبت میرے دل سے زائل ہو گئی۔

نادر سے گفتگو اور مباحثہ کی تیاری

پھر نادر شاہ نے ترکمانی زبان میں مجھے پوچھا کہ احمد شاہ کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا کہ بھرت میں پھر کہنے لگا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو کیوں بلا یا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں نے تم کو اس لئے بلا یا ہے کہ میری سلطنت میں اس وقت دو مہتری گروہ ہیں سنی اور شیعیہ اور ترکستان اور افغانستان کے لوگ ایرانیوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میری سلطنت میں ایسے لوگ ہوں جو ایک دوسرے کو کافر کہیں۔ اس لئے آپ میری طرف سے وکیل ہیں۔ اور آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ ان تمام کفریات کو دور کر کے سب کو ایک کر دیں تاکہ کوئی ایک دوسرے کو کافر نہ کہے اور سب آپس میں متفق ہو جائیں۔ اور یہ تمام کارروائی آپ مجھ تک اور احمد شاہ تک ہے کم و کاست پہنچا دیں۔ اور اس کے بعد نادر شاہ نے مجھے یہ بھی حکم دیا کہ میں ظہر کے بعد ملا باشی علی اکبر سے ملوں۔ اور یہ کہ میرا دار الضیافت اعتماد الدولہ کے پاس ہے۔ یعنی میری ضیافت اور رہائش کا انتظام اعتماد الدولہ کریگا۔ پھر نادر شاہ نے مجھے رخصت کیا۔ میں وہاں سے ایسی حالت میں نکلا کہ خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا تھا۔ کیونکہ ایرانیوں کا مذہبی معاملہ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ میں دار الضیافت میں اگر تھوڑی دیر ٹھہرا تھا کہ اتنے میں اعتماد الدولہ آگیا۔ اور مجھے کھانا کھلانے کے لئے بلا یا۔ اور میری ہمانی کی خدمت کے لئے نظر علی خاں۔ اور عبد الکریم بیگ اور ابو ذریب مقرر کئے گئے تھے جب میں اعتماد الدولہ کے پاس پہنچا تو میں نے اسے السلام علیکم کہا اور اس نے بیٹھے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا اور میری تعظیم کے لئے کھڑا ہوا۔ اور اس کا یہ فعل مجھے بہت ناگوار معلوم ہوا۔ اور میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ نادر شاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمام کفریات کو مٹا دوں۔ اس لئے بسم اللہ اعتماد الدولہ کے قتل سے کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس نے عمداً ایک عالم کی حقیر کی ہے۔ لیکن جب میں بیٹھا تو اعتماد الدولہ فوراً کھڑ ہو گیا۔ اور مجھے مرجا کہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک طویل القامت گورے رنگ کا آدمی ہے۔ جس کی لمبی

ڈاڑھی پر دسمہ لگا ہوا تھا۔ اور نہایت عقلمند اور علمی مذاکرات کو سمجھنے والا انسان تھا۔ اور اس کی طبیعت کا میلان اہل سنت والجماعت کی طرف تھا۔ بہر حال جب وہ کھڑا ہو گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ ان لوگوں کی رسم ہے کہ ہانگ بیٹھ جانے کے بعد اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں نے اس کے پاس کھانا کھا یا۔ اور اس کے بعد حکم آگیا کہ میں ملا باشی علی اکبر کے ساتھ مناظرہ کروں۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور میری جلو میں کئی ضیافت کے مستظہین چارہے تھے۔ راستہ میں ایک شخص لمبے قد ملا جو بظاہر پڑھان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھے السلام علیکم اور مرجا کہا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں ملا حمزہ قلعنجان فی افغانوں کا مفتی ہوں۔ میں اس سے پوچھا کہ تم عربی زبان بولنی جانتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ نادر شاہ نے مجھے تفصیلاً یہ نہیں بتایا کہ ایرانی رافضیوں کے کون کون سے کفریات کو دور کر دیا جائے۔ اور شاہید وہ بعض کفریات پر اڑھچٹیں یا ان کے بعض کفریات ایسے ہوں جو مجھے معلوم نہ ہوں کیونکہ مجھے ان کے مذہب کے تمام جزئیات سے واقفیت نہیں ہے۔ لہذا براٹھے مہربانی اتنا سے گفتگو میں اگر آپ ان کی کفریات پر آگاہ ہوں تو مجھے بتا دینا تاکہ میں اس کے دور کرنے کی کوشش کروں۔ ملا حمزہ نے کہا کہ آپ بالکل نادر شاہ کی بات پر دھوکا نہ کھائیں کیونکہ نادر شاہ اسی صورت میں رافضیوں کے تمام کفریات کو دور کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ جب کہ آپ ملا باشی علی اکبر کے ساتھ مباحثہ کر کے اسے مغلوب کر لیں گے۔ اس لئے آپ کو نہایت استقلال اور خرم و احتیاط کے ساتھ بحث کرنی ہوگی۔ میں نے کہا کہ ملا باشی کے ساتھ بحث کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ لوگ نا انصافی کریں گے۔ اور یہاں ہم اگر غالب بھی ہو جائیں تو پھر بھی نادر شاہ کو جا کر یہی کہیں گے کہ سنی مار گئے ہیں۔ اور ہر ایک بات کو الٹی کر کے بتایا کر ٹیکے۔ ملا حمزہ نے کہا کہ آپ اس کی کچھ پروا نہ کریں کیونکہ نادر شاہ نے اصلیت کو دریافت کرنے کے لئے جاسوسوں کا ایسے طریق سے جال بچھا یا ہے کہ کوئی شخص خلاف واقع بات اس تک نہیں پہنچا سکتا۔ ہر ایک جاسوس کے اوپر دوسرا جاسوس مگر ان مقرر کیا گیا ہے۔ اور پھر کسی جاسوس کو یہ خبر نہیں کہ دوسرا جاسوس کونسا ہے اس لئے یہ بالکل نا ممکن ہے کہ پادشاہ پر اصلیت پوشیدہ رہ جائے۔ جب میں ملا باشی

علی اکبر کے خیمے کے پاس پہنچا۔ تو وہ پیادہ پامیرے استقبال کے لئے نکلا۔ ملا باشی علی اکبر گندم گون کوتاہ قد کا آدمی تھا۔ میں اپنے گھوڑے سے اتر اور اس نے مرجبا کہہ کر اپنی مسند کے اُپر مجھے بٹھایا۔ اور خود میرے سامنے اس طرح بیٹھ گیا جیسے استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔ اس کے بعد سلسلہ کلام شروع ہو گیا۔ ملا باشی نے ملاحزہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے آج ہادی خواجہ بحر العلوم کو دیکھا ہے ہادی خواجہ جنفی المذہب بخارا کا قاضی تھا۔ جو بحر العلوم کہلاتا تھا۔ اس کی بھی نادشاہ نے مع دیگر چھ علماء کے بلایا تھا۔ چنانچہ میرے آنے سے چار دن پہلے یہ لوگ نادشاہ کے کیمپ میں پہنچ گئے تھے۔ ملاحزہ نے کہا کہ ہاں میں نے ہادی خواجہ بحر العلوم کو دیکھا ہے۔ ملا باشی علی اکبر نے کہا کہ معلوم نہیں وہ کس طرح بحر العلوم کہلاتا ہے۔ جب کہ علم کے نام سے بھی وہ واقف نہیں ہے۔

حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق شیعوں کے دلائل

خدا کی قسم اگر میں حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق دو دلیلیں اس کے سامنے پیش کروں۔ تو وہ ان کا جواب کبھی نہیں دے سکے گا۔ بلکہ وہ دو دلیلیں ایسی ہیں کہ تمام اکابر اہل سنت بھی ان کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ ملا باشی نے اس جملے کو تین دفعہ دہرایا آخر کار مجھ سے نہ پایا گیا۔ اور میں نے پوچھا کہ بتائیے وہ کونسی ایسی دو دلیلیں ہیں۔ جن کا جواب کوئی سنی عالم نہیں دے سکتا۔ ملا باشی نے کہا کہ تعین بحث سے پہلے میں آپ صوفیہ سوال کرتا ہوں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ انت منی بمنزلہ ہادون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اور کیا آپ اس کو مرفوع صحیح حدیث تسلیم کرتے ہیں یا نہیں ہیں نے کہا ہاں یہ ایک مشہور حدیث ہے۔ اور اس کی صحت اور سقم پر آگے چل کر بحث کریں گے۔ تم اپنا مطلب بیان کر دو۔ ملا باشی نے کہا کہ یہ حدیث بلحاظ اپنے صریح اور صاف مفہوم کے اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آنحضرت کے بعد خلیفہ برحق حضرت علیؑ ہیں میں نے پوچھا کہ خلافت علیؑ پر اس حدیث سے کس طرح استدلال کرتے ہو تفصیلاً بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ہارون علیہ السلام کے نام مراتب سوائے نبوت کے حضرت علیؑ کے لئے ثابت کر دیئے ہیں۔ اور صرف نبوت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور استثناء معیار العلوم ہے۔ لہذا حضرت علیؑ کے لئے خلافت ثابت ہوئی کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کے مناصب میں سے ایک خلافت بھی ہے۔ اب اگر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے نہ مرجاتے تو وہ ان کے بعد خلیفہ ہوتے۔ میں نے کہا کہ تمہارے صریح کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قضیہ موجب کلیہ ہے۔ تو بتاؤ کہ اس ایجاب کلی کا سورہ وہ علامت جو کلیت پر دلالت کرتی ہے کیا ہے۔ اس نے کہا اس کا سورہ بقرہ، استثناء وہ اخصاف ہے جو استغراق میں ہے۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ اب تفصیلی جواب سنو تمہارا یہ مذہب ہے کہ خلافت کے ثبوت کے لئے نص جلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث نص جلی نہیں کیونکہ محدثین میں سے کوئی تو اس کو صحیح سمجھتا ہے۔ اور کوئی حسن اور کوئی ضعیف بلکہ علامہ ابن جوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ لہذا یہ حدیث خلافت علیؑ کو ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ تمہارے مذہب کے مطابق نص جلی نہ رہی۔ ملا باشی علی اکبر نے کہا کہ بیشک ہمارا یہی مذہب ہے کہ ثبوت خلافت کے لئے نص جلی کی ضرورت ہے۔ اور میں اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ یہ حدیث نص جلی نہیں۔ اور ہم تو مذکورہ بالا حدیث سے خلافت علیؑ کو ثابت نہیں کرتے بلکہ ہم تو حدیث الطائر اور حدیث سلوا علی علیہ السلام سے حضرت علیؑ کی خلافت ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ دو حدیثیں حضرت علیؑ کی خلافت پر نص جلی ہیں۔ لیکن چونکہ اہل سنت ان دونوں حدیثوں کو موضوع قرار دیتے ہیں لہذا میں نے ان دونوں حدیثوں کو چھوڑ کر آپ سے یہ سوال کیا ہے کہ آپ اس حدیث سے خلافت علیؑ کو کیوں نہیں ثابت کرتے۔ چونکہ آپ کی کتابوں میں موجود ہے۔

شیعی دلائل کا عالم انداز

میں نے کہا کہ یہ حدیث خلافت علیؑ پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ اول تو اس لئے کہ تمام مراتب ہارون علیہ السلام کا استغراق حضرت علیؑ کے لئے ممنوع ہے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بھی نبی تھے۔ حال آنکہ حضرت علیؑ بالاتفاق نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبی تھے۔ اور نہ ہی آپ کے بعد اس لئے کہ ہارون

علیہ السلام کے تمام مراتب حضرت علیؑ کے لئے ثابت کئے جائیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کے بعد بھی نبی ہوں والا لازم باطل فاللہ وہ مسئلہ کیونکہ مطلق نبوت جو ہارون علیہ السلام کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے مستثنیٰ نہیں کی گئی۔ بلکہ مستثنیٰ تو نبوت بعد انبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے دوم یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے مراتب میں سے مثلاً ایک امر یہ بھی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں حال آنکہ حضرت علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ اور یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ العام اذا تخصص من غیر استثناء وصادق دلالتہ ظنیہ لہذا اس حدیث سے صرف ایک ہی مرتبہ مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ لفظ بمنزلتہ میں تا وحدت کا بھی یہی مقتضی ہے۔ جب یہ پڑھا تو پھر یہ اضافت عملی ہوئی نہ کہ استغراقی جیسا تمہارا خیال ہے۔ والا اصل فی الاضافۃ ان تکون للعہادہ لفظ الا اس حدیث میں بمعنی لکن ہے جیسے کہتے ہیں۔

فلان جواد الا انہ حیات پس یہ قضیہ موجبہ کلیہ نہ ہو جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ بلکہ یہ قضیہ مہملہ ہے جس میں افراد کی کمیت بیان نہیں کی جاتی اور جس میں مناطقہ کے نزدیک بعض غیر معین افراد ہی مراد لئے جاتے ہیں۔ اور تعیین کرنے والا کوئی خارجی امر ہوتا ہے۔ اور یہاں اس حدیث میں وہ خاص مرتبہ معینہ مراد ہے۔ جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حاصل ہوا تھا۔ جب کہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر طور پر جاتے ہوئے۔ اپنی قوم میں اپنا جانشین چھوڑ گئے تھے چنانچہ آپ ایت داخل فی قوم اس پر دلالت کرتی ہے۔

نبیؑ کی زندگی میں خلافت

اور حضرت علیؑ کا وہ خاص مرتبہ اس حدیث میں ہو کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حاصل ہوا۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واقعہ غزوہ تبوک میں مدنیہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت علیؑ افضل ہیں۔ اور ان کے بعد خلافت انہی کا حق ہے۔ میں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ پھر تو ابن ابی مکتوم

کا بھی یہی حق ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں کیونکہ ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنیہ منورہ پر خلیفہ بنایا تھا۔ لہذا حضرت علیؑ کی تخصیص تم نہیں کر سکتے جب کہ اس استخلاف میں سب برابر ہیں۔ اور نیز اس واقعہ میں حضرت علیؑ کا مدنیہ منورہ میں خلیفہ بنایا جانا اگر باعث فضیلت ہوتا۔ تو خود حضرت علیؑ اس کے بخلاف احتجاج نہ کرتے اور اس پر راضی ہو جاتے حال آنکہ حضرت علیؑ اس پر راضی نہ تھے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں میں چھوڑ دے ہیں جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا اما ترضی ان تکون منی اللہ اس پر ملا باشی علی اکبر نے یہ کہا کہ تمہارا یہ اصول فقہ میں یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب میں نے جواب دیا کہ میں نے خصوص سبب کو دلیل نہیں ٹھرایا۔ بلکہ خصوص سبب جن قرینہ ہے۔ جو کہ ایک مبہم رہم فرد کی تعیین کرتا ہے۔ اس پر ملاحظہ فرمائیے خاموش ہو گیا۔

خلافت علیؑ پر دوسری دلیل مباہلہ اور اس کی حقیقت

اس کے بعد اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دلیل ہے جو کسی متاویل کو قبول نہیں کر سکتی اور وہ خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ قل تعالوا نذکر ابنائنا وابنائکم و نساءنا و نساءکم و انفسکم ثم نعہل لعنت اللہ علی الکاذبین میں نے کہا کہ دلیل کی وجہ بیان کرو کہ خلافت علیؑ کو کس طرح اس آیت سے ثابت کیے ہو۔ اس نے کہا کہ جب خزان کے عیسائی مباہلہ کے لئے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل بیت یعنی حسین اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور دعا کے لئے ٹھہرا اور دعا کے لئے اس شخص کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جو افضل ہو۔ میں نے جواب دیا کہ اس سے صرف مناقب ثابت ہو سکتے ہیں۔ نہ فضائل۔ فضائل اور حیرتیں اور مناقب اور ہر ایک صحابی جیسا کہ کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک خاص قسم کی حقیقت رکھنا تھا۔ جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی تھی۔ دوم یہ کہ قرآن مجید کا نزول محاورت عرب کے مطابق ہوا ہے۔ مثلاً وہ قبیلوں کے دو بڑے بڑے سرداروں میں لڑائی

کی صورت پیدا ہو جائے۔ اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ تم بھی اپنے قبیلے کے چند خاص آدمیوں کو بلاؤ یعنی لڑائی کے لئے اور میں بھی اپنے قبیلے کے چند خاص آدمیوں کو لیکر نکلتا ہوں۔ اور کوئی غیر آدمی دلو ہمارے ساتھ ہوا اور نہ ہی میں ساتھ لاؤں گا۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو بڑے سرداروں کے پاس ہوا ان کے چند خاص آدمیوں کے اور کوئی بہادر نہیں ہے دیکھ کر ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایسے لوگ بھی موجود ہوں۔ جو بہادری میں ان کے اپنے قبیلے کے لوگوں سے زیادہ ہوں۔ لیکن چونکہ دشمن نے یہ شرط لگائی ہے کہ جانیں میں سے صرف اپنے ہی قبیلے کے لوگ ہوں۔ لہذا لڑائی کے لئے انہی کو بلا یا جائے گا، سو تم پر کہ اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقارب کو اس لئے بلا یا تھا کہ اقارب کے رد ہوا اور ان کی معیت میں دعاء میں خشوع اور خضوع زیادہ ہوتا ہے جس سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ ملا باشتی علی اکبر نے کہا کہ خشوع اور خضوع دعاء میں سوائے کثرت محبت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اہل بیت کے ساتھ نسبت اور لوگوں کے زیادہ محبت ہو گئی، میں نے کہا کہ انسان کو اپنی اولاد یا خویش واقارب سے جو محبت ہوتی ہے۔ وہ طبعی اور جبلی محبت ہوتی ہے۔ اور انسان بالطبع اپنی جان کو اور اپنی اولاد وغیرہ کو تمام دوسرے لوگوں سے جو اس کی اولاد سے افضل بھی ہوتے ہیں زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور اس طبعی محبت پر کوئی ثواب یا عذاب مرتب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ محبت جو موجب ثواب یا عذاب ہے۔ وہ اختیاری محبت ہے۔ نہ کہ اضطراری۔ ملا باشتی علی اکبر نے کہا کہ اس آیت میں ایک اور بات بھی ہے۔ جو حضرت علی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو حضرت علیؑ کا نفس اور ان کی جان کو حضرت علیؑ کی جان قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ابناء عفا سے حسن اور حسین مراد ہیں۔ اور نساء عفا سے فاطمہؑ مراد ہیں۔ اور باقی لفظ انفسنا میں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ اور کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں نہ تو علم اصول سے واقفیت ہے۔ اور نہ ہی عربی زبان کی تم قواعد جانتے ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہاں لفظ انفسنا

کا ذکر کیا ہے۔ اور لفظ انفس جمع قلت ہے۔ جو نا علامت جمع متکلم کی طرف مضاف ہے۔ ومقابلۃ الجمع بالجمع بقضی تقسیم الاحاء علم معانی وغیرہ کا ایک مسلمہ اصول ہے۔ مثلاً جب ہم یوں کہتے ہیں۔ لکھو دو اور دو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ لکھ کل واحد واجبہ اور یہ ایک ایسا مسلمہ ہے جو تمام کتب اصول میں مذکور ہے۔ اور یہاں جو جمع کا اطلاق مافوق الواحد پر کیا گیا ہے۔ یہ بھی مسہوچی امر ہے جو اہل زبان سے سنگاپا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اولئک ہامود معایقو لون۔ ہرؤن جمع کا صیغہ ہے جس سے صرف حضرت عائشہ رض اور صفوان مراد ہے۔ اور پھر فرمایا فقد ضفت فلوکما قلوب جمع قلب کی ہے حال آنکہ دو آدمیوں کے صرف دو ہی دل ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ منطق والے جمع کا اطلاق مافوق الواحد پر بھی کرتے ہیں۔ لہذا یہاں اس بنا جو جمع کا لفظ ہے اس سے مجازاً صرف حسن اور حسین اور نساء سے بھی جو جمع ہے فقط حضرت فاطمہؑ مراد ہیں۔ ہاں اگر لفظ انفسنا سے بجائے نفسی ہوتا تو البتہ اس کے لئے بظاہر کوئی دکوئی وجہ ہو سکتی تھی۔ نیز اگر اس آیت سے حضرت علیؑ کی خلافت ثابت ہو سکتی ہے جیسا کہ پہلا خیال ہے۔ تو پھر اس سے امام حسن اور امام حسین اور حضرت فاطمہؑ کی خلافت بھی ثابت ہونا چاہئے۔ حال آنکہ اس کا کوئی قائل نہیں کیونکہ حسن اور حسین اس وقت چھوٹے بچے تھے۔ اور حضرت فاطمہؑ باقی عورتوں کی طرح خلافت کا استحقاق نہیں رکھتی تھیں۔ اس پر ملا باشتی خاموش ہو گیا۔ اور انہو رسالہ مختار میں بھی اس مسئلہ پر لطیف بحث کی گئی

نماز میں کوۃ دینے کے استحقاق خلافت

اس کے بعد ملا باشتی علی اکبر نے کہا۔ کہ میرے پاس حضرت علیؑ کی خلافت پر ایک اور آیت کی دلیل بھی ہے یعنی ائماؤ لیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیون ویؤتوا الزکوۃ وہم راکعون کیونکہ تمام ارباب تفسیر کا اتفاق ہے کہ یہ آیت

لے اس آیت کے متعلق کئی جواب ہیں۔ جو مہاج السنۃ سے بنایت اختصار کے ساتھ ہم نقل کرتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علیؑ کے متعلق یہ قصہ جعلی اور موضوع ہے۔ چنانچہ پہلے اور دوسرے طبقے کے مفسرین نے اس کو بیان نہیں کیا۔ دوم یہ کہ وہی تعلیمی جو اس قسم کے سیکنڈوں و موضوع اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

حضرت علیؑ کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی تھی۔ جبکہ نماز کی حالت میں انہوں نے ایک سائل کو اپنی انگشتی دیدی تھی۔ اس آیت میں لفظاً "اتنا" حصر کے لئے ہے اور ولی یعنی اولیٰ منکسر بالفتح ہے۔ میں نے کہا میرے پاس اس آیت کے بہت سے جواب ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں جوابی تقریر کروں۔ اہل مجلس میں سے ایک شیعہ نے فارسی زبان میں ملا باشی علیؑ کی

دقیقہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۷) جعلی بیان کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول ابن عباسؓ یہ آیت حضرت صدیق اکبرؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ سوم یہ کہ اس تفسیر میں عبداللہ بن ابی سہیلان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علیؑ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے تمام مؤمنین مراد ہیں اور حضرت علیؑ بھی مؤمنین میں سے ہیں۔ چہاں کہ اگر رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا مولات کے لئے شرط ہے، تو پھر مسلمان سوائے علیؑ کے حسن اور حسینؑ اور باقی بنی ہاشم سے مولات درکھیں کیونکہ ان میں یہ شرط نہیں پائی گئی۔ حال آنکہ یہ باطل ہے۔ پنجم یہ کہ خدا تعالیٰ انسان کے اُس فعل کی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہو تا ہے خواہ وہ فعل واجب ہو۔ یا مستحب وغیرہ۔ جب یہ ہے تو پھر نماز کی حالت میں صدقہ دینا۔ یا صبیہ یا یتیم یا نکاح یا اجارہ وغیرہ کرنا باتفاق کسی کزن دیک بھی فرض ہے۔ اور نہ واجب اور نہ سنت اور نہ مستحب ہے۔ بلکہ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ایسا کرنا ناکو باطل کر دیتا ہے خواہ کلام کرے یا ذکر سے ماور اگر ایسا کرنا مستحسن فعل ہو تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے کہ تم نماز میں زکوٰۃ دیا کرو۔ اور خود حضرت علیؑ بھی اس واقعہ کے سوا بھی پیشہ ایسا ہی کرتے۔ لیکن جب یہ نہیں ہے تو معلوم ہو کہ نماز میں صدقہ دینا اعمال صالحہ میں سے نہیں ہے۔ ششم یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ صدقہ دینا نماز میں ضروری ہے تو پھر رکوع کی تخصیص غیر ضروری ہے کیونکہ قیام اور قعود کی حالت میں زیادہ آسانی کے ساتھ دیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ کیسے کہا گیا کہ دینی دینی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو صرف رکوع کی حالت میں صدقہ دیتے ہیں۔

ہفتم یہ کہ یونان الزکوٰۃ دھم راکھوں شیعوں کے اس جعلی قصہ کے مطابق یہ چاہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے رکوع کی حالت میں چاندی کی انگوٹھی بطور زکوٰۃ دی حال آنکہ حضرت علیؑ ہمد نبویؑ میں فخر تھے اور چاندی کے نصاب میں زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو سال بھر تک اس نصاب کا مالک رہا ہو۔ اور حضرت علیؑ کی یہ حالت نہ تھی۔ اور اس کے متعلق زیادہ تفصیل سراج السنہ میں دیکھو مشرق مجرم۔

سے کہا اس شخص کے ساتھ مبارحت نہ کرو۔ کیونکہ یہ مجسم شیطان معلوم ہوتا ہے۔ اور تم حسینؑ قدس دلائل بیان کرتے جاؤ گے ان سب کا یہ جواب دیتے چلا جائے گا جس سے تمہاری وقعت نہیں رہیگی۔ لہذا ملا باشی علیؑ اکبر نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ آپ تو ایک بے پروا فاضل ہیں۔ اور تمام دلائل کا مسکت جواب دیتے جاتے ہیں۔ اور میرا مطلب صرف یہ تھا کہ میں بجز العلم کے ساتھ مناظرہ کرنا جو میری ان باتوں کا کبھی جواب نہ دے سکتا میں نے کہا کہ چونکہ تم نے اس وقت یہ کہا تھا کہ میرے ان دلائل کا کوئی سنی عالم جواب نہیں دے سکتا۔ لہذا مجھے مجبوراً تم سے معارضہ کرنا پڑا۔ ورنہ ضرورت نہ تھی۔ اس پر ملا باشی نے کہا کہ میں عجی آدمی ہوں۔ اور مجھے عربی زبان اچھی طرح بولتی نہیں آتی اور ایسی حالت میں ممکن ہے کہ میری زبان سے کوئی لفظ نکل جائے جو میرے مقصود سے بعید ہو۔ اور اس پر مجھے پشیمان ہونا پڑے۔

نکاح ام کلثوم والالا جواب سوال

اس کے بعد میں نے ملا باشی علیؑ اکبر سے کہا کہ اب میں تم سے دو سوال ایسے پوچھتا ہوں جن کا جواب تمام شیعہ علماء کبھی نہیں دے سکیں گے ملا باشی علیؑ اکبر نے کہا وہ کون سے سوال ہیں میں نے کہا کہ پہلا سوال تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک صحابہ کا کیا حکم ہے اس نے کہا کہ تمام صحابہ سوائے علیؑ۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلیمان فارسی۔ اور عمار بن یاسر کے مرتد ہو گئے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت علیؑ کو خلیفہ نہیں بنایا۔ میں نے کہا کہ جب تمام صحابہ کافر تھے تو حضرت علیؑ نے اپنی لڑکی ام کلثوم کی شادی حضرت عمرؓ کے ساتھ کیسے کر دی تھی۔ ملا باشی علیؑ اکبر نے جواب دیا کہ شاید حضرت عمرؓ نے زبردستی حضرت علیؑ سے ان کی لڑکی لے لی ہوگی۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم حضرت علیؑ کو بے عزت بنا کر ان کی سخت ہتک کر رہے ہو۔ اور تم ان کے متعلق ایک ایسی ذلت کا اعتقاد رکھتے ہو جس کو حضرت علیؑ تو کجا ایک ادنیٰ غیرت مند عرب بھی کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ پھر چائے کہ بنی ہاشم جو تمام عرب کے سردار تھے وہ اس بیعت قی اور بے غیرتی کو قبول کر لیتے پھر حضرت علیؑ ہمد نبویؑ خدا ہوں۔ اور ذوق فاضل کفار ان کے ہاتھ میں ہو۔ وہ ذلیل ترین عربوں سے بھی گرجائیں کہ حضرت فاروقؓ ان کی لڑکی کو زبردستی لے جائیں اور وہ دیکھتے رہ جائیں۔

لاس مقام پر اس امر کا بیان کر دینا ضروری ہے کہ موجودہ شیعہ مخفیات اس شادی کے متعلق طرح طرح کی تاویلوں سے کام لیکر اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن تمام قدامت اس کو تسلیم کرتے چلے آتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ام کلثوم بنت علیؓ کی شادی ہوئی تھی چنانچہ اس بنا پر ملا باشی علی اکبر جو شیعہ علماء کا صدر تھا۔ اس واقعہ سے انکار تو نہ کر سکا۔ اور اس میں زبردستی کی تاویل کی بخود کا مقام ہے کہ اگر یہ تاریخی واقعہ غلط ہوتا تو اس وقت شیخ سے زائد شیعہ علماء موجود تھے۔ جن کی پشت پر ان کی امداد کے لئے نادر شاہ کی تیار فوجی طاقت بھی موجود تھی۔ پھر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ بولا کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ شادی نہیں ہوئی۔ جب یہ ہے۔ تو پھر اس کے یہ معنی ہیں کہ سنہ ۱۱ سے زائد شیعہ مجتہدوں نے اس واقعہ کو اسی طرح صحیح تسلیم کر لیا جیسا کہ ان سے پہلے لاکھوں شیعہ علماء اس کو تسلیم کرتے چلے آئے تھے۔ اس لئے موجودہ شیعہ کا انکار جہالت اور کابرہ محض ہے۔ اس موضوع پر ملاحظہ ہو دائرۃ الاصلاح لاہور کا رسالہ قرآن البعیدین مترجم۔ اس کے بعد ملا باشی جیسا کہ غرق ہونے والا آدمی ہاتھ پاؤں مارتا ہوا کسی چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ جب یہ سمجھا کہ زبردستی والا اعتقاد تو اور اپنی اس تباہی کا موجب بنا جس سے حضرت علیؓ کو بیعت تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ تو وہ دیوانہ وار کہنے لگا کہ شاید وہ عورت جس کی شادی حضرت علیؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ حقیقت میں ام کلثوم بنت علیؓ نہ ہو بلکہ کوئی بھونٹی اور جھٹی عورت ہو جس نے ام کلثوم بنت علیؓ کی شکل اختیار کر لی ہو۔ میں نے جواب دیا کہ تمہاری یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ جڑی اور تباہ کن ہے کیونکہ اگر اس تاویل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر شریعت کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس ایک شرعی (بلکہ غیر شرعی) امر میں۔ کبھی یہی تاویل چل سکے گی ہشلا کوئی شخص اپنی عورت کے پاس جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ عورت یہ کہہ دے کہ تو جن ہے۔ جو میرے خاوند کی شکل بن کر آیا ہے۔ میرے پاس سے چلا جا۔ پھر اگر وہ شخص وہ عادل گواہ پیش کرے کہ میں وہی تیرا خاوند ہوں۔ تو پھر بھی یہی احتمال ہوگا کہ وہ دونوں عادل گواہ جن ہوں جنہوں نے انسانی شکل اختیار کر لی ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کسی کو قتل کرے کہ یہ کہہ دے میں نے اس کو نہیں مارا۔ بلکہ میری شکل کسی جن نے اختیار کر لی ہوگی۔ اور اس نے قتل کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ جس کی بابت تمہارا خیال ہے کہ تم

اس کے مذہب پر ہو۔ اور تمہارے جو عقائد ہیں وہ اس کے عقائد تھے۔ وہ حقیقت میں کوئی جن ہو جس نے امام جعفر صادقؑ کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اور تم کو عقائد سکھانے آگیا ہو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس شخص نے حضرت علیؓ کو قتل کیا ہے وہ کوئی جن ہو جس نے ابن لہم کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اور اس طرح کر بلا کے معرکہ میں ابن زیاد اور عمرو وغیرہ کی شکلیں جنات نے اختیار کر کے امام حسینؑ کو منہید کر دیا ہو۔ اور تمہارا وہ امام جو سرمن لئے علاقہ شام کی غار میں جا کر چھپ گیا ہے۔ وہ حقیقت میں کوئی جن ہو جس نے امام منتظرؑ کی شکل اختیار کر لی ہو۔ کیا سچ کہا ہے۔

ان الروافضی قوم لاخلان لہم
اس پر ملا باشی علی اکبر خاموش ہو گیا۔
من اھل الناس فی علمہ واکذبہ

اصحاب ثلثہ کے عہد جائزہ جہاد

اس کے بعد میں نے ملا باشی سے کہا کہ دوسرا سوال تم سے یہ کیا جاتا ہے کہ بتاؤ تم شیعوں کے نزدیک ظالم خلیفہ کے افعال کا کیا حکم ہے۔ کیا وہ شرعاً درست اور عائد ہو سکتے ہیں؟ ملا باشی نے کہا کہ ہرگز نہیں یعنی ہمارے نزدیک جائز اور ظالم خلیفہ کے افعال شرعاً درست نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ محمد بن حنفیہ بن علیؓ کی ماں کس قبیلہ میں سے تھی۔ اس نے کہا کہ بنی حنفیہ میں سے۔ میں نے پوچھا کہ بتاؤ بنی حنفیہ کس کے عہد میں اسیر جنگ ہو کر آئے تھے۔ ملا باشی نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ ملا باشی نے یہ جھوٹ بولا کیونکہ وہ جانتا تھا۔ لیکن اس وقت شیعہ علماء اس سے ایک شخص نے کہا کہ بنی حنفیہ کو صدیق اکبرؓ کی فوج نے اسیر کیا تھا۔ میں نے کہا کہ حضرت علیؓ سے یہ کیسے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ایسے ظالم خلیفہ کی اسیر کردہ لونڈی کو جس کا جہاد تمہارے نزدیک شرعاً درست نہیں اپنے تصرف میں کر کے اس سے اولاد پیدا کرے کہ پھر نکاح تو ثابت نہیں والا اخلافا فی الفوج امر مقرر۔ ملا باشی نے جواب دیا کہ شاید محمد بن حنفیہ کی ماں کو اس کے دایوں نے حضرت علیؓ کو شادی کر کے دے دیا ہو۔ میں نے کہا کہ اس کا ثبوت پیش کرو۔ اس پر ملا باشی علی اکبر خاموش ہو گیا۔ واللہ للہ علی ذلک دیہی اعتراض شہر بانو بنت کسریٰ کے

منتقل ہو سکتا ہے جو کہ فاروقی عہد میں ابھر کر آئی۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے امام حسین کو یہ شہزادی عطا کر دی تھی۔ اگر یہ واقعہ درست ہے تو پھر باتو شیعہ لوگ حضرت فاروق کو ظالم کہنا چھوڑ دیں۔ یا یہ ماننا پڑے گا کہ امام حسین... کرتے رہے۔ اور وہ تمام سید جو اس لونڈی سے پیدا ہوئے وہ... ہیں۔ کیونکہ جب حضرت فاروق کا جہاد ان کے نزدیک شرعاً درست نہیں ہے۔ تو پھر یہ لونڈی نہیں ہے۔ اور ایسی عورت سے اولاد پیدا کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مشرک ہے۔ (مترجم)

تقیہ میں اصل مذہب معلوم نہیں ہو سکتا

اس کے بعد میں نے ملا باشتی علی اکبر سے یہ سوال کیا کہ تم امام جعفر صادق کے مذہب کی تعیین کرو کہ حقیقی طور پر انکا اصلی مذہب کیا تھا۔ کیونکہ یہ مذہب جو تم لوگوں نے اختیار کیا پڑا ہے۔ یہ ایک باطل مذہب ہے۔ جو کسی مجتہد کے اجتہاد سے نہیں ملتا۔ ملا باشتی نے جواب دیا کہ مذہب امام جعفر صادق کا اپنا اجتہاد تھا۔ میں نے کہا کہ یہ غلط ہے اس میں امام جعفر صادق کے مذہب کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ کیونکہ تم ہرگز امام مذکور کے مذہب کو معین نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر امام موصوف کے مذہب میں تقیہ ہے۔ تو پھر شیعوں میں سے کوئی بھی اس کے مذہب کو پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس مذہب کے ہر ایک مسئلہ میں بھی احتمال ہو گا۔ کہ وہ تقیہ پر مبنی ہے۔ مثلاً تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ کنواں جب پلید ہو جائے۔ تو اس کے متعلق امام مذکور سے تین قول میں اول یہ کہ کنواں ایک سمندر کی طرح ہے جو کبھی پلید نہیں ہو سکتا۔ اور دوم یہ کہ اس کا تمام پانی نکالا جائے اور سوم یہ کہ اس میں سے صرف سات یا چھ ڈول نکالے جائیں۔ اور میں نے ایک دفعہ تمہارے ایک عالم سے دریافت کیا کہ تم ان متضاد اقوال میں کس طرح تطبیق دیتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہمارا یہ مذہب ہے۔ کہ جب کسی شیعہ عالم میں اجتہاد کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ امام مذکور کے اقوال میں اجتہاد کر کے ایک قول کو صحیح کر لیتا ہے اور پھر اس صحیح کردہ قول پر عمل کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ باقی دو اقوال وہ کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ باقی کی نسبت وہ یہ کہتا ہے۔ کہ سب تقیہ پر مبنی ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ بہت اچھا پھر جب ایک شیعہ مجتہد امام مذکور کے تین متضاد اقوال میں سے ایک کو صحیح کر دے

گا۔ اور اس پر عمل کرتا رہے گا۔ اور جب اس کے بعد دوسرا مجتہد آگیا۔ اور اس نے دوسرے قول کو جو اس صحیح شدہ قول کے علاوہ ہے۔ جس کو پہلے مجتہد نے صحیح کیا تھا۔ صحیح کر کے تو وہ اس قول کی نسبت کیا کہے گا۔ جس کو پہلے مجتہد نے صحیح کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اس صحیح کردہ قول کی نسبت یہ کہے گا کہ وہ قول یا وہ صحیح تقیہ پر مبنی تھی۔ میں نے کہا کہ اب بات بالکل صاف ہونے کو ہے۔ بناؤ جب تیسرا مجتہد آجائے اور وہ اس قول کی تصحیح کرے جس کو پہلے دو مجتہدوں نے صحیح نہیں کیا تو پھر وہ باقی دو اقوال کے متعلق کیا فیصلہ کرے گا جن کو پہلے دو مجتہدوں نے صحیح قرار دیا تھا۔ اور جن میں سے ہر ایک مجتہد نے باقی دو قولوں کو تقیہ پر مبنی ٹھرایا تھا۔ کیا وہ بھی یہی کہے گا۔ کہ پہلے دو قول جن کی دو مجتہدوں نے تصحیح کی تھی۔ وہ تقیہ پر مبنی تھے۔ اس نے کہا کہ ہاں وہ یہی کہے گا۔ میں نے کہا کہ اس تیسرے مجتہد کے صحیح کردہ قول کو بھی تو پہلے مجتہد نے یا دوسرے نے تقیہ پر مبنی ٹھرایا تھا اس نے کہا ہاں میں نے کہا کیا اب تینوں اقوال کا بیڑہ تباہ نہیں ہو گیا اس وقت وہ شیعہ عالم میرے سوال کا تو کچھ جواب نہ دے سکا۔ میں نے کہا تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ لیکن ملا باشتی پھر خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا کہ اگر امام موصوف کے مذہب میں تقیہ نہیں ہے۔ تو پھر جو مذہب اس وقت تمہارے پاس ہے۔ وہ امام جعفر صادق کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تم سب تقیہ اصول دین میں سے شمار کرتے ہو۔ فہمت الذی کفر واللہ لا یصلی النعمان الظالمین

شیعوں کی شکست نادر کا حکم

اس کے بعد نادر شاہ کو اس کے جاسوسوں نے اس مباہشتہ کی صحیح کیفیت پہنچی اور جب اس کو یقین ہو گیا۔ کہ شیعہ علماء مباہشتہ میں شکست کھا گئے ہیں۔ تو اس نے حکم دیا کہ ایران۔ افغانستان وغیرہ کے سب علماء اکٹھے ہو کر تمام مکفرات کو دور کر دیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں نادر شاہ کی طرف سے ناظر اور وکیل بنوں۔ اور تمام کارروائی میری نگرانی میں ہو۔ اور سب کے اتفاق سے جو فیصلہ ہو۔ میں اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر کے نادر شاہ تک پہنچا دوں۔ لہذا ہم سب مناظرہ کا سہ اٹھے۔ اور تمام ایرانی اور افغان اور وزیر بک اپنی انکلیوں سے میری طرف اشارہ کر کے کہتے تھے۔

کہ یہ وہ شخص ہے جس نے تمام شیعوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا یوم مشہور تھا جس میں خدا تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو فتح عظیم عنایت فرمائی۔ بہر حال روضۃ علیؑ کے پیچھے ایک میدان میں ستر سے زائد ایرانی علماء جمع ہوئے جو سوائے مفتی اردلان کے سب کے سب شیعہ تھے۔ پھر میں نے کاغذ قلم و دوات منگو کر شیعہ علماء میں سے جو مشہور تھے ان کے نام نوٹ کر لیے جو حسب ذیل ہیں:-

ملا باشتی علیؑ اکبر مفتی رکن آباد آقا حسین۔ ملا محمد آقا صاحبان۔ آقا شریف مفتی شہید الرضا۔ میرزا بایان قاضی شروان شیخ حسین مفتی باردمیہ۔ میرزا ابو الفضل مفتی بقیم۔ الحاج شہادتی مفتی بجام۔ شیخ محمد مہدی امام اصفہان۔ الحاج مفتی محمد زکی مفتی کرمان شاہ۔ الحاج محمد التائی مفتی شیراز۔ میرزا اسد اللہ مفتی تبریز۔ ملا طالب مفتی مازندران۔ ملا محمد مہدی نائب الشیخ مشہد الرضا۔ ملا محمد شادق مفتی خلخال۔ محمد مؤمن مفتی استرآباد۔ شیخ محمد تقی مفتی قزوین۔ ملا محمد حسین مفتی سبزوار۔ سید بیبا والدین مفتی کرمان۔ شیخ احمد مفتی اردلان۔ مشافعی سنی۔ اس کے بعد افغانستان کے علمائے اور میں نے نام بھی نوٹ کر لیے جو حسب ذیل ہیں:- شیخ قاضی ملا حمزہ قلنجانی مفتی افغان۔ ملا امین افغانی قلنجانی مفتی ابن ملا سلیمان قاضی افغان۔ ملا دینا خلجی مفتی۔ ملا طحہ افغانی مدرس نادریا و حنفی۔ ملا نور محمد افغانی قلنجانی حنفی۔ ملا عبد الرزاق افغانی قلنجانی حنفی۔ ملا ادریس افغانی ابدالی حنفی۔ پھر اس کے ترکستان کے علماء آئے۔ اور جن آگے ایک جلیل القدر شیخ تھا۔ جس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا تھا۔ اور اس کے سر پر ایک بڑا گول عمامہ تھا۔ جیسے دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ شخص امام الہام امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام ابو یوسفؒ میں یہ شخص علامہ ہادی خواجہ بحر العلوم تھا۔ سلام سنوں ادا کرنے کے بعد ترکستان کے علماء کو میرے دینے پر طرف دیکھنے کے لئے جگہ دی گئی۔ اور میری بایں طرف افغانی علماء کو بیٹھا گیا تھا۔ لیکن دونوں طرف میرے اور ان افغانی اور ترکستانی علماء کے درمیان میں تقریباً پندرہ پندرہ آدمی بیٹھے گئے تھے۔ اور شیعہ لوگوں نے یہ فعل اس لئے کیا تھا۔ تاکہ میں ان علماء کو کوئی بات نہ سکھادوں۔ پھر میں نے ترکستانی علماء کے نام نوٹ کر لیے جو حسب ذیل تھے علامہ ہادی خواجہ ملقب بحر العلوم بن علامہ الدین البخاری قاضی بخاری حنفی۔ میر عبد اللہ صدر و بخاری حنفی۔ قلندر خواجہ بخاری حنفی۔ ملا امینہ صدر و بخاری حنفی۔ پادشاہ خواجہ

رہیں

بخاری حنفی۔ میرزا خواجہ بخاری حنفی۔ ملا ابوالکیم بخاری حنفی۔

کفر ٹوٹا خدا کر کے

جب مجلس جمع گئی تو اس کے بعد ملا باشتی علیؑ اکبر نے بحر العلوم سے میری بابت پوچھا کہ کیا آپ ان کو جانتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں ملا باشتی نے کہا کہ یہ علامہ شیخ عبد اللہ آفندی ہیں۔ جو عراق کے اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں۔ اور ان کو نادر شاہ نے احمد یاشا گورنر بغداد کے پاس سے منگوایا ہے۔ تاکہ یہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو کر بطور حکم فیصلہ کریں۔ یہ نادر شاہ کی طرف سے وکیل ہیں۔ اور ان کا کام یہ ہے کہ جب ہم دونوں فریق آپس میں متفق ہو جائیں۔ تو یہ ہمارے اتفاق پر مہر تصدیق ثبت کر دیں۔ لہذا آپ وہ امور بیان کریں۔ جن کے سبب آپ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ تاکہ ہم ان امور کو ان کے رو بہ ترک کر دیں۔ اگرچہ ہم حقیقت میں کافر نہیں ہیں۔ جیسا کہ صاحب جامع الاصول اور صاحب مواقف نے ہم کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فقہ اکبر میں فرمایا لا ینکھن اصلاً من اهل القبلة اور اسی طرح صاحب شرح ہدایۃ الفقہ نے بھی امامیہ کو اسلامی فرقوں میں سے شمار کیا ہے۔ لیکن چونکہ مناظرین شیعہ اور اہل سنت ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں حالانکہ نہ تو آپ کافر ہیں اور نہ ہی ہم۔ لہذا آپ وہ امور بیان کر دیں۔ جن کے سبب آپ ہم کو کافر کہتے ہیں:-

عقاید کفریہ سے شیعوں کی توبہ

اس پر بحر العلوم نے کہا کہ وہ امور جن کے سبب ہم تم کو کافر کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں سب اشغین۔ تمام صحابہ کو گمراہ اور کافر کہنا۔ متفقہ کو حلال سمجھنا۔ حضرت علیؑ کو باقی خلفاء پر فضیلت دینا۔ اور آنحضرت کے بعد خلافت کا حق حضرت علیؑ کے لئے ثابت کرنا۔ ملا باشتی نے کہا کہ ان چاروں باتوں کو ہم ترک کرتے ہیں شیخین کو گناہی نہیں دیں گے۔ متفقہ کو وہی شیعہ حلال سمجھتا ہے۔ جو بے وقوف ہے۔ تمام صحابہ مؤمن اور مسلمان ہیں۔ اور تمام صحابہ سے افضل ابو بکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ ہیں اور خلافت کی حریت بھی یہی ہے

پھر بحر العلم نے پوچھا کہ تمہارے عقائد کیا ہیں۔ ملا باشتی نے کہا کہ تمہارے عقائد
امام ابو الحسن اشعری کے عقائد ہیں۔ جو اہل سنت کا امام ہے۔ پھر بحر العلم نے ایک
اور شرط عائد کی اور ملا باشتی نے کہا واشتراط علیکم ان لا تتحدوا احدا من الدین بالضرورة
وحرمتہ مجمع علیہا ولا تتحدوا احدا لا یجمع علیہ معلوم حلالہ بالضرورة
ملا باشتی نے کہا کہ ہمیں یہ شرط بھی منظور ہے۔ اس کے بعد بحر العلم نے کچھ اور شرائط پیش
کیں جو موجب کفر نہیں تھیں۔ اور شیعہ علماء نے ان کو منظور کر لیا۔ اس کے ملا باشتی نے
بحر العلم سے کہا کہ جب ہم نے ان تمام شرائط کو منظور کر لیا ہے۔ تو کیا اس کے بعد
آپ ہم کو اسلامی فرقوں میں شمار کریں گے۔ بحر العلم نے کس قدر سکوت کے بعد فرمایا کہ شیخین
کو گالی دینا کفر ہے جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ رافضی لوگ اگرچہ اب سب شیخین
سے تو بہ کرتے ہیں۔ لیکن سابقہ زمانے میں جو گالیاں ان سے سرزد ہوئی ہیں جنہی مذہب میں
ان کے متعلق ان کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اس پر ملا حمزہ مفتی افغان نے بحر العلم سے کہا کہ
کیا آپ کے پاس اس کی شہادت موجود ہے کہ اس واقعہ سے پہلے ان سے سب شیخین سرزد
ہوئی ہے۔ بحر العلم نے کہا نہیں اس پر ملا حمزہ مفتی افغان نے فرمایا تو پھر جب وہ آئیدہ کے لئے
اقرار کرتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ تو آپ ان کو کیوں نہیں اسلامی فرقوں میں شمار کرتے اس
پر بحر العلم نے کہا کہ بیشک یہ ٹھیک ہے۔ اور میں ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کرتا ہوں۔ اور
یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور تمہارے اور ان کے حقوق ایک ہیں۔

عہد نامہ کی نیابتی وراس کی توثیق

جب بحر العلم نے یہ فیصلہ کر دیا تو تمام شیعہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور سنیوں سے
انہوں نے مصافحہ کیا۔ اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی کہہ کر پکارنے لگے۔ اور علماء کے
ان تینوں فرقوں کے اتفاق پر مجھے گواہ بنایا گیا۔ اور پھر ماہ شوال کی چوبیسویں تاریخ کو چہار
شنبہ کے دن مغرب سے پہلے جب یہ جلسہ برخواست ہونے لگا۔ تو میں نے دیکھا کہ ہمارے
ارد گرد تقریباً دس ہزار قاید ایرانی کھڑے تھے۔ جو سب شیعہ مذہب تھے۔ اور پھر اس کے
بعد عشا کی نماز کے بعد نادر شاہ کا ایک خاص معتقد علیہ آدمی میرے پاس یہ پیغام لے کر
آیا کہ پادشاہ سلامت آپ کی اس کارروائی کے نہایت مشکور ہیں اور آپ کو دعا ہے خیر

دیتے ہیں۔ اور سلام سنوں کے بعد انہوں نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ کل آپ تمام علماء کو پھر
لے کر اس پہلی جگہ پر حاضر ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے حکم دیا ہے۔ کہ اس فیصلہ کو قلمبند کر
دیا جائے۔ اور اس کے نیچے ہر ایک عالم اپنا نام لکھ کر اس کے نیچے اپنی مہر لگائے۔ اور
آپ اس کے آخر میں اس تمام کارروائی کے درست ہونے کی توثیق ثبت کر دیں کہ یہ تمام
فیصلہ میرے روبرو ہوا ہے۔ اور ایرانی افغانی۔ ترکستانی علماء کے تینوں گروہ کا اس پر اتفاق
ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں بخوشی ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پھر ماہ شوال کی چوبیسویں
کو جمعرات کے دن ظہر سے پہلے ہم کو حکم پہنچا کہ ہم سب حضرت علی کی قبر کے پیچھے
اکٹھے ہو جائیں۔ پس جب ہم سب وہاں جمع ہو گئے۔ تو میں نے دیکھا کہ ایرانی روضہ علی
کا ارد گرد تقریباً ساٹھ ہزار کی تعداد میں کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کا سخت ہجوم ہے پس
جب ہم بیٹھ گئے۔ تو ایک لمبا سا کاغذ لایا گیا۔ جو سات باشت سے زیادہ لمبا تھا۔ جس
کی دو تہائی حصے پر تو لمبی لمبی سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ اور تیسری تہائی چالیسوں
پر منقسم تھی۔ ہر ایک قسم کے خاتمہ کے بعد بقدر چار انگشت کے یا اس سے زائد بیاض
چھوڑا گیا تھا۔ لیکن پہلی سطروں کی نسبت یہ سطریں بہت چھوٹی تھیں۔ پھر ملا باشتی علی اکبر
نے آقا حسین کو جو علاقہ رکاب کا مفتی تھا۔ حکم دیا کہ وہ اس کاغذ کو کھڑے ہو کر تمام علماء
کے سامنے پڑھیں آقا حسین ایک طویل اقامت شخص تھا۔ جس نے وہ کاغذ پڑھنے کے
لئے اٹھایا۔ یہ کاغذ فارسی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ جس کا عربی ترجمہ یہ ہے۔

ان الله اتقنت حکمتہ ارسال الرسل فلم یزل یرسل رسولا بعد رسول حتی جاء
محمد صلی الله علیہ وسلم ولما توفي اوکان خاتمة الانبیاء والمرسلین اتفق الاصحاب
علی افضلهم واخیرهم واعلموا انی بکر الصمد بن ابی طالب فاجتمعوا واتفقوا
علی بیعتہ فبايعوه کلهم حتی الامام علی بن ابی طالب بطوعه واختیاره من غیر
جبر ولا اکراه نعمت لما البیعة والخلافة شد عہد ابو بکر الصمد بن الخلافة لعمر
ابن الخطاب فبايعه الصمات کلهم حتی الامام علی بن ابی طالب فکانت بیعة
بالنص والاجماع ثم ان عمر جعل الخلافة شورى بین سبعة احدہم علی بن ابی
طالب فاتفق رائیجہ علی عثمان بن عفان ثم استشهد فی الدار ولم یجد فبقت
الخلافة شاغرة فاجتمع الصحابة فی ذالک العصر علی بن ابی طالب وكان هوک والا

اور پھر اس کا غنڈے اس حصہ پر غیر ضروری باتیں بھی تھیں۔ جن کی یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال لمبی سطر میں جو نادر شاہ کا کلام تھا۔ یہاں پورا ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں نے اس کا غنڈے کی عبارت کے بعض لفظوں پر اعتراض کیا کہ مثلاً حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق لفظ نصب جو استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے بجائے لفظ نصب چاہئے کیونکہ اس سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ صحابہؓ نا صبیہ تھے۔ اور شیعوں کے نزدیک نا صبیہ وہ شخص ہے جو حضرت علیؓ کی عداوت کے لئے کمر بستہ ہو۔ اس پر بعض خاصین نے مجھ سے کہا کہ لفظ نصب کا جو مطلب آپ نے لیا ہے۔ وہ تو کسی کے خیال میں بھی نہیں آیا۔ اور اس لفظ کے ظاہری معنی ہرگز یہ نہیں۔ لہذا اس لفظی نزاع کو آپ چھوڑ دیں۔ کیونکہ اس سے فتنہ برپا ہو جائے گا۔ ملا باشی علی اکبر نے بھی زور دیا۔ چونکہ بات معمولی تھی۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا۔ دوسرا اعتراض میں نے اس پر کیا۔ شیخین کے حق میں حضرت علیؓ کا یہ مقولہ۔ امامان عادلانہ قاسطان کا نا علی الحق۔

شیعہ لوگ اس عبارت کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ جو شیخین کے اوصاف کے برخلاف ہے اس پر بھی انہوں نے شور مچایا کہ ہم ہرگز ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عبارت کا جو لغوی اور ظاہری مفہوم ہے وہی مراد ہے۔ تیسرا اعتراض میں نے یہ کیا کہ حضرت صلیبی بوقت بیعت حضرت علیؓ کے تھے یہ کہنا اتنا بدیہی و فیک کہ علی ابن ابی طالب اہل سنت کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک موضوع اور من گھڑت بات ہے۔ اور میرے پاس حضرت علیؓ کے اس کے علاوہ اقوال ہیں۔ جن میں شیخین کی تعظیم و تکریم

فی عصر واحد و لم یقم بینہم تخصیص ولا نزاع بل کان کل منہم محب الاخر و میدحہ و یثنی علیہ حقاً و علیاً سئل عن الشیخین فقال هما امامان عادلان قاسطان کا نا علی الحق و ما تا علیہ و ان ابابکر لما ولی الخلافۃ قال اتبا یعوفی و فیک علی بن ابی طالب فاعلموا ایہا الایمانیون ان فضلہم و خلافتہم علی هذا الترتیب فمن سبہم و انتقصہم فمالہ و عیالہ و دمہ حلال للشاة و علیہ لعنة الله و المملکة و الناس

اجمعین

بیان کی گئی ہے۔ اور اس طرح کے اقوال حضرت علیؓ کی مدح میں بھی موجود نہ کہ وہ بالا تمہارے پیش کردہ قول سے زیادہ صحیح ہیں۔ لیکن اس پر بھی ملا باشی وغیرہ نے یہی کہا یہ جزوی امور ہیں جن پر بحث کرنا فضول ہے۔ ان لمبی سطروں کے بعد جو نادر شاہ کے کلام پر مشتمل تھیں۔ فارسی زبان میں شیعہ علماء کا اقرار نامہ درج تھا۔

جس کا عربی ترجمہ یہ ہے انا قد التزمنا للہ و اس عبارت کے بعد جو بیاض تھا۔ اس پر ایرانی علماء آپسے دستخط کر کے ان کے نیچے اپنے مواہیر ثبت کئے۔ اور اس کے بعد علماء نجف اور کر بلا اور حجلہ اور غلزم کے شیعہ علماء کا اقرار نامہ جس کا مضمون بقیہ دینی تھا۔ جو ایرانی علماء شیعہ کے اقرار نامہ کا تھا۔ اور اس کے بعد اس کا غنڈے پر جو بیاض یعنی خالی جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ اس پر کر بلا اور نجف وغیرہ کے علماء نے جن میں سے سید نصر اللہ المعروف ابن قطر اور شیخ جواد نجفی کو فی وغیرہ بھی ہیں۔ اپنے دستخط کر کے مہربان لگائیں۔ اور اس کے بعد افغانی زبان میں افغان علماء نے اپنے ناموں کے نیچے

اپنے مواہیر ثبت کئے اس کے بعد اس کا غنڈے پر علماء ترکستان کا اقرار نامہ درج تھا جس کا مضمون بعینہ وہی تھا۔ جو افغان علماء کے اقرار نامہ کا تھا۔ اور علماء ترکستان نے بھی اپنے اپنے مواہیر اس پر لگائے۔ اس کے بعد میں نے اس کی تصدیق پر اپنی مہر ثبت کی۔ اور یہ لکھا کہ تمام فیصلہ میری نگرانی میں میرے روبرو ہوا ہے و کان فلان الوقت وقتاً مشہوداً من عجائب الدنیا و صا لاہل السنۃ فوج و سور لہد یقیم مثلاً فی

العصور لا تنبہ الاءراس و الاعیاد والیہ و علی جب یہ فیصلہ ہو چکا تو نادر شاہ نے چاندی کے برتنوں میں جن پر سونے کا طبع تھا۔ اور جو ہر قسم کے بیش قیمت اور نفیس جواہر سے مرصع تھے بٹھائیاں کھینچیں جن میں کثرت سے عنبر ڈال گیا تھا۔ بہت سا

دھونی دینے کے لئے عنبر بھی تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی قبر کے پاس عنبر کی دھونی دینے کے بعد ہم نے ان مٹھائیوں کو کھایا۔ اور اس کے بعد نادر شاہ تو اسی مقام پر بٹھ گیا۔ جہاں دھونی دی گئی تھی۔ جس کو بخیرہ کہتے ہیں۔ اور جب ہم سب باہر نکلے۔ تو ترکوں عربوں اور ایرانیوں اور افغانوں کی اس قدر کثرت تھی۔ جن کی تعداد

سوائے خدا کسی کو معلوم نہیں ہو سکی اور یہ وقت جمعرات کے دن ظہر کے بعد کا وقت تھا۔ اور اس کے بعد نادر شاہ نے مجھے پھر اپنے پاس بلا لیا۔ اور حسب دستور

صوم کا اقرار نامہ جس کا مضمون تھا ان الایمانیین الخ اور اس کا غنڈے پر بیاض تھا

میں اس کے نزدیک پہنچا لیکن اس دفعہ میں یہ نسبت پہلے کے اب زیادہ
نزدیک ہو گیا تھا مجھ سے نادر شاہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کو اور احمد خان
یعنی احمد پاشا کو جزائے خیر دے۔ آپ دونوں کی کوشش سے شیعہ اور سنی کا فتنہ
فرہ ہو گیا اور سلمان خونریزی سے محفوظ ہو گئے۔ اور پھر نادر شاہ نے خلیفہ المسیحین
کے حق میں یہ دعا کی۔ اید اللہ سلطان ال عثمان وجعل اللہ عزہ ورفعتہ اکثر من ذالک۔

نادر شاہ کا بجا فخر

پھر نادر شاہ نے مجھ سے کہا کہ اے عبد اللہ آفندی تم یہ خیال مت کرو کہ
شہنشاہ اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس کے ذریعے سے سنی اور شیعہ کا اتفاق
ہو گیا۔ بلکہ یہ تو امر محض خدا تعالیٰ کی تائید سے میرے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے کہ صحابہ
کو گالیاں نکالنا میرے ذریعے سے موقوف ہو گیا جب کہ سلاطین آل عثمان
سلطان سلیم کے زمانہ سے لے کر آج تک اس بدعت کو دہر کرنے کی کوشش کرتے
رہے۔ اور انہوں نے بارہا اس کے لئے فوج کشی کی۔ اور جان و مال کا اتلاف کیا۔
لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے بغیر کسی خونریزی کے آسانی سے یہ بدعت روک دی۔
اور یہ بڑے بدعات شیعہوں میں شاہ اسماعیل جیٹ کے زمانہ سے رائج ہو گئے تھے جبکہ
شاہ مذکور کو شیعہ ملاؤں نے گمراہ کر دیا تھا۔ میں نے نادر شاہ سے کہا کہ انشاء اللہ تمام ایرانی
آخر کار جیسا کہ پہلے وہ اہل سنت والجماعت تھے اہل سنت ہو جائیں گے اس لئے کہ انشاء اللہ تعالیٰ
لیکن یہ بات آہستہ آہستہ ہوگی۔ اس کے بعد نادر شاہ نے کہا کہ اے عبد اللہ آفندی میں اس وقت
جتنا فخر کروں بجا ہے کیونکہ اس وقت چار سلاطین کا ملک میری تصرف میں ہے۔ اور میں گویا سلاطین
اربعہ کا مجموعہ ہوں۔ یعنی سلطان ہندوستان سلطان افغانستان اور سلطان ترکتان اور
سلطان ایران ہوں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا احسان ہے۔ اور تمام دنیا
کے مسلمانوں کو میرا مومن ہونا چاہئے کہ میں نے سب صحابہ کی بدعت کو دہر کر دیا۔ اور میں امیر کرتا
ہوں کہ صحابہ قیامت کے دن میری شفاعت کریں گے۔
کوفہ کی مسجد میں چار بار کے مناقب کا بیان
اس کے بعد نادر شاہ نے مجھ سے کہا کہ مجھے اگرچہ اس امر کا علم ہے کہ احمد خان آپ کا انتظار

کر رہا ہوگا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کل تک یہاں ٹھہریں تاکہ جامع مسجد کوفہ میں جمعہ پڑھا جائے
اور مجھ پر تمام صحابہ کا نام اس ترتیب سے لیا جائے جو اہل سنت کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد میرے بڑے
بھائی سلطان آل عثمان سلطان محمود خان خلیفہ المسلمین کے لئے دعا کی جائے اور تمام انقاہ جنتہ ان
کے بیان کے جاہل اس کے بعد ان کے چھوٹے بھائی یعنی میرے لئے دعا کی جائے۔ لیکن میرے لئے
سلطان المسلمین سے کم دعا کی جائے۔ کیونکہ چھوٹے بھائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی کی
توفیق اور تعظیم کرے۔ اور سلطان محمود خان درحقیقت مجھ سے اعلیٰ اور افضل اور اکبر ہیں کیونکہ وہ سلطان
ابن السلطان ہیں اور میں جب دنیا میں آیا تھا تو نہ میرا باپ سلطان تھا اور نہ والد۔ پھر نادر شاہ نے مجھ
رخصت کیا جب میں ہا ہر نکلا۔ تو تمام ایرانی علماء شیعہ صحابہ کرام کے مناقب اور فضائل اور مفاخر
ہر ایک خیمہ میں بیان کر رہے تھے اور ہر ایک ایرانی کی زبان سے صحابہ کرام کے فضائل جاری تھے
جن کو وہ آیات قرآنی اور احادیث سے ایسے طور پر مستحاط کرتے تھے کہ اہل سنت کے بڑے بڑے
علماء بھی اس سے عاجز رہے اور ساتھ ہی شاہ اسماعیل کو برا بھلا کہتے تھے کہ اس نے کیوں اس بدعت کو جاری کیا
جمہ کے دن بوقت صبح نادر شاہ نے بوقت کوفہ کی طرف رخ کیا بوقت اشرف کوفہ تقریباً ساڑھے تین
سیل کے فاصلہ پر ہی۔ جب نظر کا وقت ہو گیا نادر شاہ نے حکم دیا اپنے مومنوں کو کہ جمعہ کی آذان دے اور سب
لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔ میں نے اعتماد الدولہ سے کہا کہ جمعہ کی نماز کوفہ کی جامع
میں اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو اس لئے جائز نہیں کہ کوفہ مصر میں
ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس لئے درست نہیں کہ شہر کے اصلی باشندے چالیس سے کم ہیں۔ اس نے
کہا کہ بادشاہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ اہل حاضرین اور خطبہ سن لیں خواہ آپ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں
جامع مسجد کی طرف گیا اور میں نے دیکھا کہ اس میں تقریباً پانچ سو آدمی موجود ہیں۔ ایران کے تمام علماء اور
سب خواہ حاضر تھے۔ اور منبر پر شاہ علی مدد نامی امام بیٹھا تھا۔ ملا باقی نے کر بلا کے ایک عالم سے مشورہ
کر کے ملا شاہ علی مدد کو منبر سے اتار دیا اور کر بلا فی ملا منبر پر چڑھا۔ اور اس نے خطبہ شروع کیا۔ اور خدا
تعالیٰ کی حمد و ثناء اور دعوہ کے بعد اس نے کہا و علی الخلیفۃ الاول الخ اور تمام خلفاء کا حسب ترتیب
اہل سنت نام لیا۔ اور اس کے بعد سلطان محمود خان ابن سلطان مصطفیٰ خان ترکی اور پھر نادر شاہ کے
لئے دعا کی۔ اس کے بعد افضی نے نماز پڑائی جو مذاہب اربعہ کی خارج تھی اور اعتماد الدولہ نے مجھ سے پوچھا
کہ خطبہ اور نماز کیسی تھی۔ میں نے کہا کہ خطبہ تو اہل سنت کے مذہب کے مطابق تھا۔ لیکن نماز چاروں مذہبوں
سے خارج تھی۔ حالانکہ مجھ العلم نے ان پر یہ شرط لگائی تھی کہ وہ کوئی ایسا نام نہیں کریں گے جو چاروں مذہبوں

سے خارج ہو سکتے تھے نادر شاہ کو چاہئے کہ وہ اس کے منتقلی ان کو ہدایت کرے۔ اعمام والدہ نے یہ بات
نادر شاہ تک پہنچا دی۔ نادر شاہ اس بات کو ناراض ہوا اور اس نے اعمام والدہ کے فریاد کو پہلایا۔ کہ
اصداغ کو مجبور نہ کیا۔ کہ میں تمام اختلافات جتنی کہ چاہی پر سجدہ کرنے کو ہی روک دوں گا۔ اس کے بعد نادر شاہ
کی طرف سے مٹھائیاں ملائی گئیں اور اس قدر ہجوم ہو گیا کہ ملا یا شعی علی اکبر کا عمارت کے سرے گر گیا اور
اس کی دو انگلیاں بھی زخمی ہو گئیں۔ میں نے پوچھا یہ لوگ دیدہ و دانستہ اس قدر بھیر کیوں کرنے لگے ہیں
اور ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں چہرے کہا گیا۔ کہ نادر شاہ اس سے خوش ہوتا ہے اور
سب از دام اس کی خوشی کے لئے ہیں۔ اور اس کے بعد نادر شاہ نے مجھے رخصت کر دیا + تہ
الکتاب بالخیر والحمد للہ رب العالمین +

انباء میں شہیت کی بنیادیں مل گئیں

خدا کے فضل سے جو بدعات محرم کے اتنے عمل کا کام لاہور میں پانچ سال ہوئے شروع کیا گیا تھا وہ
نہ صرف دارالسلطنت پنجاب میں کامیاب ہوا بلکہ اس کا نیک اثر دوسرے شہروں میں بھی پہنچا جس کی اطلاع
وقتاً فوقتاً دائرۃ الاصلاح کے رسائل میں بھی دی جاتی رہی۔ انباء میں بھی شیعوں کے اثر سے بدعات
زوروں پر ہی ہیں بڑے ایشیوں نے جو صحابہ کرام علیہم السلام پر قسم کے اتہام لگائے شروع کئے۔ تو
منشی محمد صابر صاحب نے شہر مذکور سے ہمارے رسالے لگا بھیجے جنہیں پڑھ کر ایک بیت بڑا جگہ اوشیدہ مسلمان
ہو گیا اور کئی اوشیہ شہیت کی طرف سے توروں پہ گئے ہیں وہاں کے کئی مسلمانوں نے عہد کر لیا ہے کہ وہ آئندہ
سال نہایت پر اس طریقہ سے اہلسنت میں رسوم و قلدن تعزیر ہندیاں اور مثنیہ خوانی اور نیکی کوشش
کرینگے۔ وہ لوگ جو پیشتر ازین ان بدعات میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے اور اب جنہوں نے توبہ کر لی ہے
ان کے نام یہ ہیں (۱) غلام حسن ولد غلام حیدر (۲) اندیا ولد سوند (۳) محمد ابراہیم ولد خدا بخش (۴)
نور الہی (۵) حافظہ ولد صاحب جو ایک بڑے مثنیہ خوان تھے (۶) رحمت اللہ ولد خدا بخش جو ایک تیرہ
(تصنیف گزشتہ) مثنیہ تعزیر نہ بنانے کا عہد کرتے ہیں (۷) محمد امین (۸) محمد شفیع (۹) کریم بخش (۱۰) محمد

(۱۱) مقبول ولد اختیار خاں وغیرہ وغیرہ

باش تا آفتاب جلوہ کند کایں ہنوز از نتایج سحر است

داخدا از نامہ منشی محمد صابر صاحب انبائی۔ مورخ ۱۳۲۳ھ

عطیہ شادی

مزارعہ نواز صاحب مکتب الرشید مرزا نواز علی صاحب رٹیا رٹاوی لے سی وہ نوجوان
ہیں جن کی طرف سے ایک دفعہ ایک سخت تعقیب باز شیعہ نے ہماری انجمن کے خلاف ایک جھوٹا
ہشتمنا رٹال کیا تھا جس کی تردید فوراً ہی ان کی طرف سے کر دی گئی تھی جس پر وہ ناکام عیا
دم بخود رہ گیا تھا۔ انہی مرزا صاحب کی شادی کٹھانی بڑے دن کی تعطیلات میں دائرہ
کے معاون ڈاکٹر عطا اللہ صاحب مرحوم کی دختر بلند اختر سے ہوئی۔ اس تقریب شادی پر مرزا
صاحب موصوف نے دائرۃ الاصلاح کو دس روپے بطور عطیہ عطا کئے ہیں خدائے تعالیٰ
اس شادی کو مبارک کرے اور بنے بقی میں بھی رہے +

انہی دنوں میں دائرۃ الاصلاح کے ایک اور رکن جو انجمن کا کام نہایت سرگرمی سے
کرتے ہیں کی شادی فائدہ آبادی کا مشرورہ فرحت افزا موصول ہوا ہے۔ رب متبارک و تعالیٰ
اس صاحب ذوالفقار نو شاہ کو شاہ آباد رکھے۔ اور یہ شادی مبارک ثابت ہو۔ ہمیں امید ہے۔
کہ ان کی نئی مصروفیت خدمات دائرہ میں خلل انداز نہ ہوگی +

استقال پرمال

نہایت افسوس ہے کہ ۲۳-۲۴ دسمبر ۱۳۲۳ء کی درمیانی (۲۵ جمادی الاولیٰ کی) رات کو ہمارے
مختصر بھائی صاحب زادہ غلام دستگیر صاحب نامی دانش کی والدہ ماجدہ نے چند روز کی علالت کے بعد
۲۷ سال کی عمر میں استقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ نہایت ہی بزرگ اور پارسا
ہئیں رشتہ روزیادہ خد میں بسر کر تیں آپ کی تمام عمر قرآن مجید کی تلاوت اور درس تدریس میں گزری۔
مرحومہ حبیبی خود پرہیزگار اور متقی تھیں ایسی ہی ان کی اولاد ہے۔ ہمیں اس حادثہ جانکاہ پر حضرت صاحب
صاحب اور ان کے پیاروں اور عزیزوں سے دلی ہمدردی۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب
کرے اور پیانندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح مرحومہ کو ایصال ثواب کے لیے خلوص
موقوفاتی از نامہ نمود کام شروع کیا گیا ہے اسے ختم چیلن تک نہایا جائیگا (محمد حفیظ اللہ نائب دبیر)

روافض کی بد زبانی کا رد عمل

ایران میں بھی جسے صحابہ کرام سے قہمی دشمنی ہے اور جس میں شیعہ بعد از کثیر آباد ہیں
تبرک اکہنا جرم ہے۔ مگر لاہور میں ان کی مشہور بد زبان انجمن نے جس کے ارکان کی نجاست

خاندانی ان کی حرکات سے ظاہر ہے بزرگانِ دین پر طرح طرح کے افترا کرنا انہیں برا بھلا کہنا و طیرہ بنا لیا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا ہے کہ بھائی دروازہ میں ایک انجمن عثمانیہ قائم ہوئی ہے۔ جو روافض کے علی الرغم خاندانِ بنی امیہ کی مذہبی خدمات کی تاریخ شائع کیا کرے گی۔ اُس نے ایک کتاب مرقع واقعہ کر بلا حال ہی میں شائع کی ہے۔ جسے پڑھ کر بدگوشت روافض اپنی حرکات پر تبرا بھیجے گی۔ کہ ہم نے کیوں خاندانِ اسلام کے منہ آ کر ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا جو ان کے انداز پر شیعوں کے فرضی ائمہ کے متعلق اس طرح آزادانہ لکھنے پر مجبور ہوا۔ جو بزرگوں کی حرمت کرنے والے عام خفی سلاؤں کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیا بد زبان شیعہ اب بھی بزرگانِ دین کی بدگوئی سے باز رہا کریگا؟

دائرہ کے زیرِ امانت کی دلیلی کا وعدہ

الحمد للہ کہ خان صاحب شیر محمد صاحب کے فرزند رشید مسٹر نذیر احمد صاحب نے اپنے چچا قاضی دین محمد صاحب اپنے بزرگ رشتہ دار میاں محمد صاحب کے روبرو وعدہ کیا ہے کہ وہ دائرہ کا زیرِ امانت جلد واپس کر دیں گے۔ خدا انہیں ایسے وعدہ کی جلد توفیق دے۔

اَعْرَافِقْ بِمَقْبَلِ دَابِغِزَا

- (۱) مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کی تلقین کرنا
- (۲) بزرگانِ دین کی عظمت و حرمت کا سیکھ دلوں میں بٹھاؤ
- (۳) خلافِ شرع رسم و رواج کی بجائے کرنا

آمد شرح

۱۹۲۷ء میں انجمن کو پہلے سال کی ہجرت سمیت ۹۷۰ تا ۱۳۴۰ آدھری۔ اور ۱۳۴۰ تا ۱۳۴۹ خراج۔ باقی ۱۳۴۰ تا ۱۳۴۹ ہجرت۔ کتاب ہذا کے اخراجات ماہ جنوری کے حساب میں شمار ہونگے۔

۲۳/۲۵

ناجی خازن